

شمس الاسلام

ماہنامہ

* بھیرہ (پاکستان) *

* * *

بابت ماہ ذی الحج ۱۳۷۴ھ

مطابق ماہ اگست ۱۹۵۵ء

★

تحت ادارہ

علامہ حسین | امیر حزب الامتار بھیرہ |
مدير مسئول | مولانا الحاج الفقير احمد لکوی | سالانہ چلندہ
(پاکستان)

۷۸۶

شمس اسلام

ماہنامہ

(بھیرہ)

جلد ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۷۴ ۵۰ مطابق اگست ۱۹۵۵ء شمارہ ۸

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صاحب مضمون	نمبر صفحہ
۱	بزم انصار	ادارہ	۴
۲	قربانی کی اہمیت بروئے کتاب و سنت	مولانا محمد بہاء الحق صاحب قاسمی	۵
۳	رسائل و مسائل	ادارہ	۹
۴	منکرین حدیث کا ایک غلط استدلال	مولانا سید تیاج الدین صاحب کاکا خیل	۱۳
۵	شام	محترم سید محمد ثانی صاحب حسنی	۱۹
۶	منقبت صحابہ پر شہادت نبوی		۲۳

باہتمام غلام حسین ایڈیٹر، پبلشر، ثنائی برقی پریس سرگودھا میں چھپکر

دفتر جریڈیٹ شمس الاسلام جامع مسجد بھیرہ سے شائع ہوا

بزم انصار و کوائف کارکردگی حزب انصار بھیرہ

(ادارہ)

پہلی آنہ روپیہ

کرنے کے بعد دارالعلوم عزیزیہ کے لئے ۶-۷-۸۹۱ء کی رقم وصول ہوئی۔

شکریہ: ہر کارکنان حزب انصار تمام ہی خواہ حزب انصار کے لئے دعاگو ہیں۔ کہ مولا کریم ان کے صدقات کو قبولیت سے نوازے۔ اور مزید دینی خدمت کی توفیق مرحمت فرمائے۔

ناشکری ہوگی۔ کہ ان احباب کا خاص طور پر شکریہ نہ ادا کیلے جاتے جنہوں نے اپنا قیمتی وقت عید کے ساتھ ایم میں دارالعلوم کے لئے وقف کر کے کارکنان حزب انصار کو ممنون کیا۔

اور کھالیں فراہم کر کے عند اللہ ماجور ہوئے۔ اللہ کریم ان کی جان، مال، عزت میں برکت دے۔ آمین۔

محترم خواجہ محمد شریف صاحب کتب فروش

محترم قاضی محمد رمضان صاحب

” حافظ فضل احمد صاحب ایف، اے ملود نٹ

” قاضی محمد عبد اللہ صاحب

” حافظ غلام محی الدین صاحب ملوئی

” فضل کریم صاحب دکاندار

” خواجہ عبد الغفور صاحب کربانہ مرغیٹ

” حافظ غلام حسین صاحب

” حافظ فضل الہی صاحب دکاندار

” شرف الدین صاحب

” مستری غلام بخش صاحب

” مولوی محمد شریف صاحب

” عبد الکریم صاحب فیضی سٹور

” عبد الحائق صاحب دکاندار

” فضل الہی صاحب وغیرہ وغیرہ

دارالعلوم عزیزیہ! میں عید الاضحیٰ کی تحفہ کی گئیں تو عید کے ایام میں طالبان دارالعلوم عزیزیہ زحمت پر گھروں کو گئے تھے، جو کہ وقت مقررہ پر اپنی اپنی جماعتوں میں حاضر ہو گئے ہیں۔ تعلیم و تعلم کا سلسلہ بخیر و خوبی جاری و ساری ہے۔ طلبہ نہایت محنت سے مصروف تعلیم

ہیں۔ عید الاضحیٰ: مریوں تو شر میں متعدد مقامات پر عید پڑھی جاتی ہے۔ مگر سب سے زیادہ رونق جامع مسجد میں تھی۔ جامع مسجد کی چار دیواری سے باہر ڈیوڑھی میں بھی صفیں تھیں۔ اور مسجد اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر کی تسبیح و تہلیل سے گونج رہی تھی۔ حضرت مولانا الحاج افتخار احمد صاحب بگوتی ٹنڈاروں سامعین سے خطاب کرتے ہوئے حزب انصار کے شعبہ جات کی مختصر الفاظ میں کارگزاری قوم کے سامنے پیش کی۔ اور ساتھ ہی دارالعلوم عزیزیہ کے غریب و نادار بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے قربانی کی کھالیں حسب دستور دینے کی اپیل کی۔

ایشیاد: ہر امیر حزب انصار کی اخلاص بھری اپیل صدابہ صحرا ثابت نہ ہوئی۔ بلکہ باشندگان بھیرہ نے قربانی کی کھالوں کو خود جامع مسجد میں پیچھا یا۔ جزا ہمد اللہ احسن الجزاء۔

مکرہ: ہر ان تمام کھالوں اور چٹروں کو فروخت

قربانی کی اہمیت و کتنا سنت

(از جناب مولانا محمد بہاء الحق صاحب قاسمی خطیب جامع مسجد ماڈل ٹاؤن لاہور)

اختیار نے اپنے دور حکومت میں مسلمانوں کی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کے لئے جس قدر عیارانہ تدابیر اختیار کیں، وہ کسی باخبر شخص سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ انہوں نے بعض ایسے افراد اور بعض ایسے فرقے کھڑے کئے یا ان کی سرپرستی اور حوصلہ افزائی کی جنہوں نے اسلام کی حمد دی اور مسلمانوں کی غیر خواہی کا لبادہ اوڑھ کر اسلام ہی کے بنیادی اور اہم ترین مسائل مثلاً وحی و نبوت اطاعتِ انبیاء و عصمتِ انبیاء، معجزات و ختمِ نبوت، حدیث و سنت، حجاب، وجود ملائکہ، جنت و دوزخ، عذابِ قبر، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ وغیرہ کا نہ صرف انکار کیا بلکہ کھلم کھلا مذاق اڑایا۔ اور یا ان کی ایسی تاویل کی کہ اسلام انگریزیت اور مغربیت کا ایک ایڈیشن بن کر رہ گیا۔ غرض اختیار نے اسلام کے خلاف خود ”مسلمانوں“ ہی کے ذریعہ ذہنی بغاوت کرادی۔ اور جو کام وہ توپ اور تلوار کے ذریعہ نہ کر سکتے تھے، خود ”مسلمانوں“ کے ہاتھوں آسانی کے ساتھ کرالیا۔

قربانی کے خلاف پرمیگنڈا

جب مذکورہ بالا مسائل گھریلو دشمنوں کی مشقِ ستم سے محفوظ نہ رہ سکے تو قربانی کا مسئلہ ان کی نظر سے کس طرح اوچھل رہا سکتا تھا۔ چنانچہ اس مسئلہ میں

پہلے تو نرم لب لہجہ میں دسویں کے طور پر لب کشائی کی گئی۔ لیکن پھر کچھ عرصہ کے بعد تیز و تلخ اور گستاخی و دیدہ دلیری کے انداز میں اندر کا سارا نفاق اُگل دیا گیا۔ اس خدمت کو منظم طریق پر سرانجام دینے کا ”شرف“ آج سے تھینٹا ۲۵، ۳۰ برس پہلے امرتسر کے چند بے فکرے اور علم و عمل سے کوئے نام ہنساہ مسلمانوں کو حاصل ہوا۔ جنہوں نے اپنی ٹولی کا نام ”امت مسلمہ“ تجویز کیا تھا۔ یہ نام ”اہل قرآن“ کی ”ترقی یافتہ“ شکل تھی۔ اور آج کل شراب کی اس بوتل پر طلوعِ اسلام کا خوبصورت لیبل چسپاں کر کے سادہ لوح خریداروں کی آنکھوں میں خاک جھونکنے کی کوشش جاری ہے۔

برسنگے کہ خواہی جامہ می پوش

من اندازِ قدت نامی شناسم

ان لوگوں کے عقائد کیا ہیں؟ اور یہ مسلمانوں کو کہاں لیجانا چاہتے ہیں؟ اس کو ابھی نہ پوچھئے۔ میں انشاء اللہ آئندہ کسی صحبت میں بتاؤں گا۔ کہ یہ لوگ کیا ہیں اور مسلمانوں کو کہاں لے جانا چاہتے ہیں۔ فی الحال مجھے ان لوگوں کے ایک پمفلٹ کی نسبت کچھ عرض کرنا ہے، جس میں مسئلہ قربانی کے خلاف ہرزہ سرائی کی گئی ہے۔ اور جسے الٹ پھیر کے ساتھ ہر سال شائع کیا جاتا ہے۔

قرآن مجید اور قربانی

پمفلٹ مذکور کا لکھنے والا اس امر سے انکار نہیں کر سکا کہ قرآن مجید نے قربانی کا حکم دیا ہے۔ البتہ یہ کہہ کر قربانی کی اہمیت کو کم کرنے کی بے سود کوشش کی گئی ہے کہ :-

”کہ معظمہ کے سوا مسلمانوں کے لئے کوئی قربان گاہ نہیں جہاں اجتماع حج کے موقع پر جانور ذبح کئے جائیں“

یہ کہہ کر آیات قرآنیہ نقل کرنے کے بجائے پمفلٹ میں غبر لکھ دیئے گئے ہیں۔ گویا لکھنے والا گوشت کے اشاروں سے یہ باور کرانا چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کہ معظمہ کے سوا دوسرے مقامات کے مسلمانوں کو قربانی سے منع کرتا ہے۔ حالانکہ مشار الیہا آیات تو درکنار سارے قرآن میں ایک لفظ بھی تخصیص پر دلالت کرنے والا موجود نہیں۔ سورہ حج میں اگرچہ مسائل بیان فرمائے گئے ہیں اور اس کے ساتھ قربانی کے مسائل بھی۔ لیکن اس سے کہ معظمہ کی تخصیص ثابت کرنا ایسا ہی ہوگا جیسے کوئی یہ کہے کہ :-

”چونکہ اقموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ میں نماز اور زکوٰۃ کا یکجا ذکر کیا گیا ہے۔ اس لئے جب تک کسی مسلمان پر زکوٰۃ فرض نہ ہو اس پر نماز بھی فرض نہ ہوگی“

اچھا صاحب ! اگر تھوڑی دیر کے لئے آپ

کے اس ادعاے باطل کو مان بھی لیا جائے تو سورہ کوثر کی نسبت کیا کہیں گے جس میں قربانی کا حکم فرمایا گیا ہے۔ لیکن اس میں حج کا قطعاً کوئی ذکر نہیں۔

سورہ کوثر کی ہے۔ اور اس وقت تک حج فرض نہ ہوا تھا۔

حضور علیہ السلام مدینہ میں قربانی بالالتزام کرتے رہے مؤلف مذکور نے قرآن کے بعد منکر حدیث ہونے کے باوجود، حدیث سے بھی کہ معظمہ کی تخصیص ثابت کرنے کی ناکام سعی کی ہے۔ اور لکھا ہے کہ :-

”آنحضرت مدینہ سے کہہ کر اپنی قربانی کے جانور بھیجتے تھے“

لیکن اس سے کہ معظمہ کی تخصیص تو کیا ثابت ہوگی، البتہ مؤلف کا جہل مرکب ضرور ثابت ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ قربانی بطور تطوع و تقرب الی اللہ اور کتبۃ اللہ کی مرکزی تقدیس و تحریم کے لئے تھی۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں قربانی نہیں کرتے تھے۔ بلکہ حضور کا مدنی زندگی میں بھی ہر سال یا بندی کے ساتھ قربانی کرنا ثابت ہے۔ چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ :-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں دس سال مقیم رہے۔ (اس عرصہ میں) آپ (برابر) قربانی کرتے تھے“

در واد الترمذی۔ منقول از مشکوٰۃ شریف باب فی الاضحیۃ

حضور علیہ السلام کی وصیت

نہ صرف یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں قربانی خود یا بندی سے کرتے رہے۔ بلکہ آپ نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی کہ میری وفات کے بعد بھی میری طرف سے قربانی کیجیو۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ :-

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت فرمائی تھی کہ میں آپ کی طرف سے قربانی کروں۔ چنانچہ میں آپ کی طرف سے قربانی کرتا ہوں۔“

(رواہ ابو داؤد و الترمذی منقول از مشکوٰۃ شریف باب مذکور فصل اول)

قربانی کی کثرت

مؤلف نے قربانی کی اہمیت کو گھٹانے کے

بجائے ایک اور پیچ یہ لگائی ہے کہ :-

”کہ میں بھی قربانی اتنی ہو، جتنی استعمال

میں آئے۔ اس سے زائد خلاف قرآن

ہے، خلاف ایمان ہے اور خلاف

عقل ہے۔“

ملاحظہ فرمائیے یہ فقرے کس آیت قرآنیہ کا ترجمہ ہیں۔

کاش! مؤلف نے اس سلسلہ میں کسی آیت کی طرف گونگے کا اشارہ ہی کر دیا ہوتا۔

ادرسے اسلام ہر مسلمان قربانی کے حکم کا مکلف ہے۔ کثرت و قلت کا ذکر قرآن میں ہے

نہ حدیث میں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر یہ سوال قطعاً نہ تھا۔ نہ حضراتِ صحابہ رضی اللہ

عنہم کے ذہن میں یہ سوال کبھی پیدا ہوا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر حضور علیہ السلام نے ایک سواونٹ قربانی

کئے۔ جن میں سے تریسٹھ اپنے دست مبارک سے ذبح فرمائے۔ (آپ کی مبارک بھی تریسٹھ سال کی تھی)

اور باقی ۳۷ اونٹ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے ذبح کرائے۔

(ملاحظہ ہو مشکوٰۃ شریف قسم حجۃ الوداع) حج کے اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک لاکھ سے زیادہ جذبۂ اطاعت سے سرشار مسلمانوں کا جم غفیر موجود تھا۔ انہوں نے حضور کی اتباع میں کس قدر جانور ذبح کئے ہوں گے؟ اس کی صحیح تعداد معلوم نہیں۔ لیکن یہ یقینی امر ہے کہ ہزاروں جانوروں کی قربانی دی گئی ہوگی۔ پس مؤلف اعداد گنے اعوان و انصار اخلاقی برأت سے کام لیکر اور کھل کر بتائیں کہ سہی کہ کیا تمہارے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضراتِ صحابہ کا یہ عمل خلاف قرآن، خلاف ایمان اور خلاف عقل ہے یا نہیں؟

عذرِ لنگ

مؤلف مذکورے قربانی کے خلاف یہ عذرِ لنگ

بھی پیش کیا ہے کہ :-

”قربانی کی وجہ سے ہر سال حکیموں،

ڈاکٹروں اور عطاردوں کی گرم بازاری

ہوتی ہے۔“

لیکن یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ تی ہے وقف

انسان حکومت سے مطالبہ کرے کہ :-

”اناج کی کاشت پر پابندی عائد کر دی

جائے۔ کیونکہ اناج زیادہ پیدا ہوتا ہے

تو لوگ زیادہ کھا جاتے ہیں۔ اور یوں

ڈاکٹروں، حکیموں اور عطاردوں کی گرم

بازاری ہوتی ہے۔“

کیا اس قسم کا مطالبہ کرنے والے کے لئے پاگل خانہ

کے سوا کوئی اور زیادہ موزوں جگہ ہو سکتی ہے؟

کیونکہ پچھلے سال لوگ تکلیف اوتنگی
(یعنی شدید قحط) میں مبتلا تھے۔ اس
لئے (حکم سابق دینے سے) میرا مقصد
یہ تھا کہ تم (گوشت تقسیم کر کے) لوگوں
کی مدد کرو۔“

(مشکوٰۃ شریف باب الہدیٰ فصل رسوم)

اس حدیث مبارک سے جہاں قربانی کی قلت و کمزورت
کا مسئلہ حل ہو جاتا ہے، وہاں حضور کے ارشاد سے
یہ بھی ثابت ہو گیا کہ اگر مسلمان تکلیف اور اقتصاد
بد حالی اور قحط میں مبتلا ہوں تو اس وقت بھی قربانی
کو ملتوی نہیں کیا جاسکتا۔ نہ اس کی بجائے نقد و پیسہ
خیرات کرنا جائز ہے۔ بلکہ قربانی کر کے اس کے گوشت
اور چمڑے سے غریبوں کی امداد کرنی چاہئے۔ پس جو
لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طریق عمل
کے خلاف قربانی کو بند کرانے کی تحریک کر رہے ہیں
ان کے منہاج الخیر ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

قربانی تقویٰ میں داخل ہے

قربانی کے خلاف قرآن مجید میں مؤلف کو کوئی
آیت نہ ملی تو اس نے ایک آیت کا سہارا لینا چاہا۔ غنیمت
ہے کہ اس نے یہاں گونگے کے اشارے سے کام نہیں لیا۔
بلکہ آیت ہی نقل کر دی ہے۔ لیکن اس کے ترجمہ میں
بد دیانتی روارکھی ہے۔ ترجمہ یوں لکھا ہے کہ ہر
”اللہ تعالیٰ کو تمہارے ذبیحوں کے
گوشت اور خون سے کوئی سروکار
نہیں۔ اس کے دربار میں تمہاری نیکو
کاری اور پرہیزگاری کی قدر ہے۔“

شریعت کب کہتی ہے کہ زیادہ کھا کر بھار بنو؟
لوگوں کی بے اعتدالی منہا شریعت کو نہیں دی جاسکتی۔
یہ بھی غلط ہے کہ موجودہ قربانی مسلمانوں کی حاجت
زیادہ ہے۔ اگر قربانی کا گوشت غریب میں صحیح طریق
پر تقسیم کیا جائے تو سب کے حصے میں شاید ایک
ایک بوٹی بھی بمشکل آسکے گی۔ اب یہ قوم کے غم میں
بے ہوش ہونے والے لوگ چاہتے ہیں کہ قربانی بند کر
غریبوں کے منہ میں ایک بوٹی بھی نہ جانے دیں۔

قحط اور اقتصادی بد حالی کے زمانہ میں

بھلے مانسو! اگر موجودہ قربانی کو زائد از حاجت
بھی تسلیم کر لیا جائے تو گوشت کو سلیقہ کے ساتھ
ذخیرہ کر کے سارا سال ذاتی استعمال میں بھی لایا
جاسکتا ہے۔ اور غریب قوم کو بھی صالح غذائی جاسکتی
ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ
حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ: ہر
”تم میں سے جو کوئی قربانی کرے تو
قربانی کا گوشت تیسرے دن کے
بعد کسی کے گھر میں باقی نہ رہے۔“

اس کے بعد اگلے سال صحابہؓ نے عرض کیا: ہاں
یا رسول اللہ! کیا ہمارے لئے اس کے
بھی وہی حکم ہے جو آپ نے گزشتہ
سال دیا تھا؟

اس پر حضور نے فرمایا کہ: ہر
”نہیں! اب کے گوشت خود بھی کھاؤ
اور لوگوں کو بھی کھاؤ اور ذخیرہ بھی کرو۔“

اداشہ : رسالہ مسائل

سوال : میرا ایک بھائی سرکاری ملازم تھا۔ اور قریباً چار سو روپیہ ماہوار اس کی تنخواہ تھی۔ لیکن جیسا کہ آج کل عام طور سے سرکاری ملازمین کا طریقہ ہے، وہ لوگوں سے رشوت بھی لیتا تھا۔ خدا سے معاف کرے اور اس پر رحم کرے۔ چنانچہ تنخواہ کے ساتھ ساتھ رشوت کی آمدنی بھی ہوتی رہی۔ آبائی جائیداد میں سے جو زمین اسے ملی تھی قریباً ڈھائی ہزار سالانہ آمدنی اس کی بھی ملتی تھی۔ گزاردہ بھی خوب اچھی طرح کرتا رہا۔ قریباً دو ہینے گزرے وہ فوت ہو گیا۔ اس کی ایک لڑکی تھی وہ پہلے فوت ہوئی تھی۔ کچھ عرصہ ہوا بیوی بھی انتقال کر گئی۔ اب وہ دوسری شادی کرنے والا تھا کہ خود بھی رحلت کر گیا۔ اس کی وفات اور لا ولد دینا سے پہلے جانے کا عین بہت صدمہ ہے۔ اس نے خاندانی جائیداد کے علاوہ بہت سا سامان اور نقد رقم بھی ترکہ میں چھوڑی ہے۔ اور بد قسمتی سے میں ہی اکیلا اب اس کا وارث رہ گیا ہوں۔ لیکن چونکہ مجھے ذاتی طور سے معلوم ہے کہ اس مال کے ساتھ رشوت اور دوسری حرام کمائی بھی مخلوط ہے۔ اس لئے تمام مال لیتے ہوئے عداوتِ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں۔ اب چنانچہ ایک گھوڑا ہے جو مجھے معلوم ہے کہ ایک شخص نے محض رشوت کے طور پر ایک ناجائز کام نکالنے کے لئے دیا تھا۔ ایک بہت بڑا بکس کو ٹی صاحب لے آئے تھے۔ جو اب مجھے معلوم نہیں لیکن یقیناً وہ رشوت کے طور پر دے گیا تھا۔ اور نقد رقم تو مخلوط ہوتی رہی۔ کچھ پتہ نہیں کہ غصب و رشوت کی

دور تم اس وقت خرچ کر گیا یا وہ موجودہ نقد رقم میں ملی ہوئی ہے۔ اسی طرح ایک موقع پر ایک غریب شخص سے پتنگ کی دس چادریں یہ زور دباؤ کے ساتھ قبضہ کر گیا۔ اور وہ ڈر کے ماتے میں مطالبہ نہ کر سکا۔ مجھے اچھا تو معلوم نہیں ہوتا کہ بعد از وفات اپنے اس بھائی کے ماتے میں یہ باتیں اس طرح کھول کر لکھوں جس کی جدائی کا مجھے شدید صدمہ ہے۔ لیکن خوفِ خدا بھی دامن گیر ہے۔ (۳۱) لئے اس کی مذمت بیان کرنے کے ارادہ سے تو نہیں، البتہ مسئلہ واضح ہونے کی خاطر آپ کے سامنے پورا واقعہ بیان کر دیا۔ مہربانی فرما کر تفصیلی جواب دیجئے تاکہ میری تسلی ہو جائے اور اس مال متروکہ کا شرعی حکم معلوم ہو جائے۔

الجواب : میرے آپ نے بالکل درست فرمایا کہ مرنے والوں کی مذمت اور بھائی بیان نہ کرنی چاہئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: لا تشنکوا موتکم الا بخیر (اپنے مردوں کو صرف انجی بھلائیوں اور خوبیوں سے یاد کیا کرو)۔ لہذا بعد از وفات ان کے لئے استغفار کرنا چاہئے۔ اور مذمت نہ کرنی چاہئے۔ لیکن مسئلہ معلوم کرنے کے لئے حقیقت حال کی وضاحت ضروری ہو تو اس سلسلہ میں اگر کچھ بیان کیا جائے تو اس ارادہ سے ذکر کر رہے ہیں کوئی حرج نہیں۔ یہ میں نے آپ کے اطمینان و تسلی کے لئے لکھ دیا تاکہ آپ کا مصیبت زدہ دل اس طرز استفسار پر پریشان نہ ہو۔ اب اصل مسئلہ کے متعلق سنئے۔ جب آپ کے بھائی کی جائز آمدنی بھی تھی۔ اور اچھی خاصی ملک

تھی۔ تو اس کے ساتھ جو ناجائز طریقوں سے حاصل کیا ہوا حرام مال بھی اگر مل جائے تو اسکی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) ایک یہ کہ حرام چیز بعینہ معلوم ہو کہ یہ خاص چیز حرام طریقہ سے حاصل کی گئی ہے۔ اور اس کا مالک معلوم ہو کہ فلاں شخص ہے۔ تو اس صورت میں کسی وارث کیلئے جائز نہیں کہ وہ خاص چیز یہ طور میراث لے۔ بلکہ ضروری ہے کہ اصل مالک کو وہ چیز واپس کر دی جائے۔ جیسا کہ آپ نے سوال میں لکھا ہے۔ کہ ایک گھوڑا جو آب موجود ہے اور اس کا مالک بھی معلوم ہے، رشوت کے طور پر لیا گیا تھا۔ یا دس چادریں ایک غریب آدمی سے جو معلوم و متعین ہے، غصب کر دی تھیں۔ اور وہی چادریں اب مال متروکہ میں موجود ہیں۔ تو آپ کے لئے یہ دونوں قسم کی چیزیں حلال نہیں۔ آپ گھوڑا اپنے مالک کو اور چادریں اپنے مالک واپس کر دیجئے اور ان کو بتا دیجئے کہ تمہارا مال تھا۔ غلط طریقہ سے بھائی کے پاس آیا ہوا تھا۔ یہ اپنا مال واپس لے لو۔ تاکہ عند اللہ میرا بھائی بری الذمہ ہو جائے۔ اور اس طرح کی اگر کچھ اور متعین چیزیں ہیں جن کا مالک معلوم ہو، ان کے ساتھ بھی یہی برتاؤ کیجئے۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ چیز تو معلوم ہے کہ حرام طریقہ سے حاصل ہوئی ہے۔ رشوت، یا غصب کا مال متعین ہے۔ لیکن اب یہ پتہ نہیں لگتا کہ اس کا مالک کون تھا۔ اب کہاں ہے، جیسا کہ آپ نے ایک بڑے بکس کا ذکر کیا ہے۔ تو اس کا حکم یہ ہے کہ آپ کے لئے اس کا لینا جائز نہیں۔ آپ اس چیز کو یا اس کی بازاری قیمت لگا کر اس رقم کو صدقہ کریں۔ یعنی فقراء و مساکین کو دیدیں۔ اور نیت یہ کریں کہ میرے بھائی کے قبضہ میں کسی کا یہ مال تھا۔ اب اصل مالک تو باوجود تلاش مجھے معلوم نہ ہو سکا۔ تو بھائی کی برادرت ذمہ کیلئے

اور اپنے آپ کو حرام چیز کے قبضہ میں رکھنے سے بچانے یہ مال صدقہ کرتا ہوں۔ اور اس کا مالک جو بھی ہو اللہ تعالیٰ اس کا ثواب لے سے پہنچا دے۔

(۳) تیسری صورت یہ ہے کہ جو نقد رقم یا سامان بھائی کے قبضہ میں تھا۔ اس کے بارے میں کچھ پتہ نہیں چل سکتا۔ کہ ان میں حلال کی کماٹی میں سے کیا کیا چیزیں ہیں اور حرام کی کماٹی میں سے کیا کیا چیزیں ہیں۔ سب مال مخلوط ہے۔ نہ تعین یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ کس کس سے لیا گیا ہے، اصل مالک کون کون ہیں۔ تو اس کا حکم یہ ہے کہ فتویٰ کے طور پر آپ کے لئے اس کا لینا جائز ہے۔ اور وجہ اسکی یہ ہے کہ بھائی مال حلال کا بھی تو مالک تھا۔ تو آپ کے لحاظ سے اس پر معمول کر دیا جائیگا کہ وہ مال حلال چھوڑ گیا ہے۔ تو حرام کا عند اللہ ذمہ وار اور مانو وہ ہو گا۔ اور آپ کو وہ مال لینا درست ہے۔ لیکن تقویٰ اور تترہ یہ ہے کہ آپ اس مال مخلوط و مشتبہ سے بھی اپنے آپ کو بچائیں۔ جتنی جائداد اور سامان متعین طور سے معلوم ہو کہ وہ مال حلال ہے اس کو تو لے لیجئے اور باقی چیزوں کو صدقہ کر دیجئے۔

علامہ شامیؒ کی اس طویل عبارت سے مندرجہ بالا تفصیل معلوم ہو سکتی ہے۔

و فی منیۃ المفتی مات ساجل و یعلم الوارث ان ابایا کان یکسب من حیث لایحل و لکن لایعلم الطالب بعینہ لیرد علیہ حل لہ الاسرار و الافضل ان یتروع و یتصدق ببنیۃ خصماء امیہ آمہ و کذا لایحل اذا علم عین الخصب مثلاً وان لم یعلم مالکم لما فی البرازیۃ اخذ موراۃ رشوة او ظلم ان علم ذلک بعینہ لایحل لہ اخذہ والا فلیأخذ حکماً اما فی الدیانۃ فیتصدق بہ

بنیۃ اسراء والخصاء اھ ولما صل انہ ان علم
اس باب الاموال وجب سدا علیہم والا فان
علم عین الحرام لاجل لہ ویقتضی بہ بنیۃ
صاحبہ وان کان مالا یختلطاً مجتمعاً من الحرام
ولا یعلم اسبابہ ولا شیئاً منہ بیعتہ حل لہ
حکماً والاحسن دیانۃ التنزہ عنہ ففی الذخیرۃ
مسئل الفقیہ ابو جعفر عن اکتساب مالہ من
امراء السلطان ومن الغنمات المحرمات وغیر
ذلک هل یحل لمن عرف ذلک ان یاکل من
طعامہ قال احب الی فی دینہ ان لایاکل ویبچہ
حکماً ان لم یکن ذلک الطعام غصباً او سوا شؤۃ
وفی الخانیۃ امرأۃ زوجها فی اسراض الجوس ان اکت
من طعامہ ولم یکن عین ذلک الطعام غصباً فہی
فی سعة من اکلم وکذا لو اشتتری طعاماً او کسوة
من مال اصلہ لیس بطیب فہی فی سعة من
تناولہ والاشتم علی الزوج اھ (شامی جلد ۴ ص ۱۳۴)

سوال : اگر کچھ عرصہ ہوا میں ضلع سرگودھا کے ایک چک
میں رہا کرتا تھا۔ اپنے خانگی خرچ کے لئے ایک دوست سے
دس من گندم قرض کے طور پر لے لی کہ جب مجھے گندم
فصل کے موقع پر مل جائیگی تو قرض ادا کر دوں گا۔ اتفاقاً
دو تین بیٹے کے بعد حالات کچھ ایسے پیش آئے کہ مجھے وہاں
سے یہاں اپنے وطن ضلع ہزارہ میں آنا پڑا۔ اور میرا دوست
بھی ہم وطن ہے وہ بھی وطن آیا۔ چند روز ہوئے وہ آیا
اور مجھ سے اپنے قرض کا مطالبہ کیا کہ دس من گندم دیدو۔
میں نرخ بہت تیز ہے، چودہ روپیہ من بھی مشکل سے ملتی
ہے۔ میں اگر سرگودھا میں ہوتا تو اسی روپیہ کی گندم دس من

خرید کر قرضہ کی ادائیگی کر سکتا تھا۔ اب یہاں ۱۴۰ روپیہ
دے کر بھی دس من گندم مشکل سے ملتا کہ سکتا ہوں۔
اس کا مطالبہ ہے کہ تو نے دس من گندم لی تھی۔ لہذا میں
تو دس من گندم ہی لوں گا۔ خواہ آپ کو زیادہ قیمت دینی
پڑے۔ اور مجھے گندم دینے میں بڑا نقصان پڑ رہا ہے۔
اور جب میں کہتا ہوں کہ بھائی چک میں ہوتا تو دس من
گندم دیتا اب یہاں تو قیمت لیجئے۔ تو وہ کہتا ہے کہ چلو
وہاں چلے جائیں۔ مجھے وہاں دے دینا ورنہ پھر قیمت بھی
یہاں کی ۱۴۰ روپیہ دیدو۔ اب ظاہر ہے کہ میں محض گندم
دینے کے لئے ۲۵، ۲۰ روپیہ خرچ کر کے چک کیسے جاسکتا
ہوں۔ اور ۳۰ روپیہ قیمت کی ادائیگی بھی مشکل۔ آپ بتائیے
کہ اس معاملہ میں شرعی مسئلہ کیا ہے ؟

الجواب : ہر جب آپ وطن میں ہیں اور وہ وطن
ہی میں آپ سے قرضہ مانگ رہا ہے۔ اور دونوں جگہوں
کے نرخ میں فرق ہے۔ تو وہ آپ کو مجبور نہیں کر سکتا کہ
آپ دس من گندم ہی خرید کر دیدیں۔ نہ یہ مجبور کر سکتا ہو
کہ آپ محض گندم کی ادائیگی کے لئے سرگودھا کا سفر اختیار
کریں۔ بلکہ آپ دس من گندم کی قیمت دیں گے۔ اور
قیمت بھی ضلع ہزارہ کی نہ ہوگی۔ بلکہ یہ وقت مطالبہ
جو قیمت دس من گندم کی چک میں ہوگی وہی قیمت آپ
ادا کریں گے۔ اس سے زائد کا مطالبہ وہ نہیں کر سکتا۔

فی الدار المختار استقرض طعاماً بالعملاق
فاخذہ صاحب القرض بمکۃ فعطیہ قیمتہ با
لعملاق یوماً قراضہ عند الثانی وعند الثالث یوم
اختصما وليس علیہ ان یرجع مکۃ الی العملاق
فیأخذ طعاماً (ہاشمی ج ۴ ص ۱۳۴)
ہاں اگر آپ کا دوست وہاں کی موجودہ قیمت

نہیں لینا چاہتا، اور یہ انتظار کرتا ہے کہ آپ کبھی وہاں جائیں تو پھر وہاں آپ سے دس من گندم ہی لے۔ تو وہ اپنے مطالبہ کو مؤخر کر سکتا ہے۔ اور آپ پھر چک میں جا کر دس من گندم ہی دیں گے۔

سوال : ہر میں نے منڈی میں ایک تاجرو سے سو من چنا خرید لیا۔ ابھی مال قبضہ نہیں کیا اور اس کی قیمت ۹ روپیہ من کے حساب سے ادا کر دی۔ دس بارہ روز گزرنے کے بعد اچانک دور روپیہ من نرخ گر گیا۔ جس سے مجھے بہت نقصان ہو رہا ہے۔ تو کیا اب مجھے یہ اختیار حاصل ہے کہ مال اندازاں ہونے کی وجہ سے سابقہ بیع کو فسخ کر دوں۔ یا مجھے ہر صورت سابقہ نرخ پر اب لینا پڑیگا۔ اور کیا میں اگر تاجرو سے بات چیت کروں اور وہ اپنی خوشی سے کچھ رقم کم کرے تو کیا وہ میرے لئے جائز ہوگا یا نہیں ؟

الجواب : ہر جب بیع نام ہو چکی ہے تو اب نرخ کم ہو جانے کی بناء پر آپ کو یہ حق حاصل نہیں کہ ثمن میں سے کچھ واپس کر دو۔ یا بیع فسخ کر دو۔ نرخ کا کم ہو جانا موجب خیار نہیں۔ فی الہدایۃ ونقصان السحر عبارتۃ عن فتوٰی سرغبات الناس وذلك لا یعتبر فی البیع حتی لا یتثبت بہ الخیار۔ و فی الکفایۃ یعنی اذا تغیر سحر المشتري قبل القبض لا یتثبت الخیار۔

ہاں اگر وہ بائع اپنی رضامندی سے کچھ قیمت کم کر کے واپس کرے تو آپ کو لینا جائز ہے۔ کیونکہ بیع نام ہو جانے کے بعد بھی ثمن کو کم یا زیادہ کیا جاسکتا ہے۔ مکما ہومذکورہ فی کتب الفقہ۔

سوال : ہر ہمائے ہاں ایک بیوہ عورت ہے۔ جس کے تین چھوٹے چھوٹے نابالغ بچے بھی ہیں۔ اس کے خاوند نے کچھ زمین ترکہ میں چھوٹی تھی۔ چونکہ اس کے گزراے کا

کوئی سامان نہیں اس نے اپنا حصہ ۱۰ بیج کر سال ڈیڑھ سال تک اس سے اپنے اور بچوں کے اخراجات پورا کر دیئے۔ اب اس رقم کے ختم ہو جانے کے بعد وہ پھر بچوں کے اخراجات نان نفقہ وغیرہ کے لئے محتاج ہو رہی ہے اور کوئی دوسری صورت ایسی نہیں کہ اس کا گزارہ چل سکے۔ لہذا مجبور ہو کر اب وہ نابالغ بچوں کا حصہ فروخت کرنا چاہتی ہے۔ تاکہ اس کی قیمت سے ان کے اخراجات پورے ہوں۔ مگر بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ ماں کو یہ حق حاصل نہیں کہ نابالغ بچوں کی جائداد فروخت کرے اب مصیبت یہ آپٹھی ہے کہ وہ جائداد فروخت نہ کرے تو گزارا مشکل اس کی آمدنی قلیل ہے۔ اور اگر فروخت کرنا چاہے تو کوئی خریدتا نہیں کہ شرعاً جائز نہیں۔ آپ بتائیے کہ شرعاً کیا حکم ہے ؟

الجواب : ہر در مختار اور حاشیہ علامہ شامی میں ہے : باب الوصی وجاز بیعہ (دای الوصی) عقار صغیر من اجنبی لامن نفسہ بضحف قیمتہ او لنفقۃ الصغیر او دین المیت او وصیۃ مہ سلتہ لا نفاذ لہا نفاذ لہا الامنہ او لکون غلامہ لاتزید علی مؤنتہ او خوف خرابہ او نقصانہ او کونہ فی ید متغلب در سرہ واشباہہ ملخصاً قلت و ہذا لولالبائع وصیاً لامن قبل ام واخ فانہما دای الام والاخ) لا یملکان بیع العقار مطلقاً ولا شرا غیر طعام وکسولہ ولولالبائع ابا فان محمودا عند الناس او مستور الحال یجوز ابن کمال فی رد المحتار قولہ مطلقاً ای ولو فی ہذا المستثنیات واذ احتاج الحال الی بیعہ یرفع الامر الی القاضی (دشامی جلد ۵ ص)

مندرجہ بالا وہ ایت سے ثابت ہوتا ہے کہ عام حالات میں تو اس بیوہ کو جائز نہیں کہ چھوٹے بچوں کی جائداد فروخت کرے۔ ہاں اگر شدیدہ پیش آئی ہے اور اس کے سوا کوئی دوسرا ذریعہ آمدنی موجود نہیں۔ تو مسلمان حاکم کی طرف رجوع کر کے اس کی منظوری حاصل کرے اور اگر مسلمان حاکم نہ ہو یا قانونی طور پر وہ اس قسم کے معاملات میں کوئی دخل نہ دے سکتے ہوں تو اس صورت میں کوئی جزئیہ تو نظر سے نہیں گذرا۔ لیکن جب حالات ایسی مجبوری کے ہوں جس کا سوال میں ذکر کیا گیا ہے تو بضرورتاً جائز معلوم ہوتا ہے۔

سوال : مرزید نے اپنا ملوکہ مکان ایک شخص کے ہاں سے ایک ہزار روپیہ قرض لے کر گروی رکھ دیا۔ اور دس سال کی میعاد بھی لکھ دی۔ قریباً ایک سال کے بعد مرزید نے خالد کے ساتھ اس مکان کے بیچنے کی گفتگو کی۔ خالد کو یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ مکان مرہون ہے۔ اس نے تین ہزار پر مرزید سے خرید لیا۔ اور تین ہزار روپیہ مرزید کو ادا کر دیئے۔ بیچ مکمل ہو جانے اور رجسٹری کرنے کے بعد خالد کو معلوم ہوا کہ یہ مکان مرہون ہے۔ میں مرہون مکان خرید کر کیا کروں گا۔ اس لئے بیچ کو فسخ کرتا ہوں۔ مجھے تین ہزار روپیہ واپس کر دیا جائے۔ مرزید کہتا ہے کہ اب بیچ تام ہو چکی ہے۔ میں کیوں واپس کر دوں۔ زیادہ سے زیادہ میں آٹھ کروں گا۔ کہ بدل رہن ایک ہزار میں ادا کر کے فک ہن کر دوں گا۔ گروی چھڑانے کے لئے آپ خرید رقم نہ دیں۔ مگر خالد اصرار کر رہا ہے کہ میں ایسا مکان خریدنا ہی نہیں چاہتا۔

بتائیے کیا شرعاً خالد کو بیچ فسخ کرنے کا اختیار ہے یا نہیں؟
الجواب : در صورت مذکورہ بالا میں خالد کو بیچ باقی رکھنے یا فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ اگر خالد کو یہ پسند

نہیں کہ مرہون مکان خریدے تو وہ بیچ کو فسخ کر سکتا ہے۔ مرزید کو یہ کہنے کا حق حاصل نہیں کہ اب بیچ تام ہو چکی ہے لہذا میں رقم واپس نہیں کرتا۔ اسے چاہئے کہ تین ہزار کی رقم واپس کر کے بیچ کو ختم کر دے۔ مندرجہ ذیل فقہی عبارت اس پر دال ہے : ہر شامی میں ہے : ہر لواشتری داسراً مثلاً فظہم انہا مہ ہونہ او مستأجماً یخیر بین الفسخ و عدل مہ و ظاہرہ لانہ لوکان عالماً بذلک لا یخیر و هو قول ابی یوسف و قال لا یخیر ولو عالماً و هو ظاہر الی وایتہ کما فی جامع الفصولین و فی حاشیتہ للہملی و هو الصحیح و علیہ الفتویٰ کما الاول الجیۃ ۱۵ (شامی ج ۲ ص ۵۵)

سوال : مرزید نے اپنے ایک دوست کو خط کے ذریعہ یہ لکھ بھیجا کہ آپ میرے لئے مرزید سے ایک سنگ مرثین اور ایک سائیکل خرید لیجئے۔ میں نے سنا ہے کہ اس کے پاس ایک مرثین اور ایک سائیکل ہے۔ اور وہ فروخت کرنا چاہتا ہے۔ رقم اپنے پاس سے ادا کر لیجئے۔ میں بعد میں آپ کو دیدوں گا۔ اس نے جا کر مرزید سے سائیکل دو سو روپیہ میں خریدی۔ اور مرثین کی قیمت پر اتفاق نہ ہو سکنے کی وجہ سے نہیں خریدی۔ سائیکل مجھے بھیج کر مطالبہ کیا کہ آپ دو سو روپیہ دید لیجئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ سائیکل اس نے بیس پچیس روپیہ منگی خریدی ہے۔ اس لئے میں نے لکھا کہ میں صرف سائیکل نہیں لیتا۔ اگر وہ مرثین بھی دو سو روپیہ پر دیک تو پھر دونوں کو لوں گا۔ ورنہ نہیں؛ واپس کر دو۔ میرا دوست کہتا ہے کہ واپس نہیں ہو سکتا۔ اب آپ کو لینا پڑیگا۔ تو کیا واقعی میں صرف ایک چیز کے لینے پر بھی مجبور کیا جا سکتا ہوں؟ حالانکہ میں نے تو دونوں کی خریداری کیلئے لکھا تھا۔

الجواب : در صورت مذکورہ بالا میں جب کہ آپ کے

منکرین حدیث کا ایک غلط استدلال

(محترم مولانا سید سیاح الدین صاحب کا کاغذ)

(۲)

دونوں کے شمارہ میں ہم نے مندرجہ بالا عنوان کے ماتحت ایک دوست کے خط کا تفصیلی جواب شائع کیا تھا۔ جو کچھ اس خط کے جواب میں لکھا گیا تھا، اسکی اشاعت کے ساتھ مناسب معلوم ہوا کہ بطور تہذیب اور تکمیل مضمون اس سلسلہ میں چند ضروری باتیں اور بھی رسالہ شمس الاسلام کے ذریعہ قارئین کرام تک پہنچا دی جائیں۔ کیونکہ آج کل اکثر مقامات پر ”منکرین سنت“ ناماقف مسلمانوں کو اس طرح دھوکہ دیتے اور غلط فہمی میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

(سیاح الدین عفی عنہ)

نکتہ ہمز قرظہ والی روایت کے بارے میں تحقیقی اور تفصیلی جواب کے بعد ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ بھی اسی طرح واضح کیا جائے کہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا طرز عمل کیا تھا۔ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ انہوں نے ہمیشہ دینی مسائل کے

پیش آنے کے مواقع میں شرعی حجت کے طور پر سنت رسول اللہ کی طرف رجوع فرمایا۔ اور وہاں سے کچھ حاصل کر کے اس پر عمل کیا ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں اپنی باتے واستنباط کو چھوڑ دیا ہے۔ تو اس سے یہ بات خود بخود ثابت ہو جاتی ہے کہ وہ سنت رسول اللہ کو دین میں حجت سمجھتے تھے۔ منکرین سنت کو بھی یہ اتنا پڑتا ہے، اور ان کے موجودہ ”ائمہ“ برق و پرویز نے بھی اس کو تسلیم کیا ہے۔ کہ موجودہ ذخیرہ احادیث اور کتب روایت کو تاریخ کی حیثیت حاصل ہے۔ اور جو کچھ واقعات و حالات ان کتابوں میں درج ہوتے ہیں تاریخی طور سے ان واقعات و حالات کو درست تسلیم کیا جائیگا۔ تو ہم بھی تھوڑی دیر کے لئے ارغواؤ حنان کے طور پر ذرا اپنے موقف سے ہٹ کر ان کتابوں کو صرف تاریخ کی کتابیں قرار دے کر تاریخی طور پر چند ایسے واقعات لکھ دیتے ہیں، جن سے یہ ثابت ہوگا، کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کیا۔ اور سنت ثابتہ کے مطابق عمل کیا۔

بقیہ صفحہ گذشتہ ہمز دوست نے آپ ہی کے خط کی بنا پر آپ ہی کے ارادہ سے سائیکل خریدی ہے۔ اور قیمت بھی عام نرخ کے مطابق یا اس سے کچھ تھوڑی سی زائد ہے۔ تو وہ سائیکل اب آپ کو لینی چاہئے۔ آپ دوست کو واپس نہیں کر سکتے۔ اگر رید مشین نہ فروخت کرے تب بھی آپ سائیکل لیں گے۔ درمختار میں ہے ہمز مریشاء شیخین معینین او غیر معینین اذلواہ للموکل بما مر جسی وللحال انہ لم یسمر ثمننا فاشتری لنا احدہما بقدر ما قیمتہ او بمزیدہ لیسیرۃ یتغابن الناس فیہا صحیح عن الامہ والالا اذلیس للوکیل الشراء یقین فاحش اجماعا بخلاف وکیل البیع۔ شامی میں ہے: عن الامہ لان التوکیل مطلق ای عن قید المصلحة

<p>اور گئے دین سمجھا۔ اور عموماً ہم ان کتابوں کا حوالہ دیں گے جن کو تاریخ کی حیثیت سے برق و پرویز نے بھی اکثر اپنی تصنیفات میں پیش کیا ہے۔</p> <p>ہمارا دعویٰ یہ ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دور خلافت میں کتابت اللہ کے بعد سنت رسول اللہ کی طرف رجوع کیا ہے اور وہاں سے دینی مسائل اخذ کئے ہیں۔ بلکہ انہوں نے تو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سنت ابی بکرؓ کو بھی شامل کیا۔ اس وجہ سے کہ ان کو پورا اعتماد تھا، کہ حضرت صدیق کی سنت بھی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مبنی ہوتی ہے۔ چنانچہ انہوں نے خود اپنے طرز عمل کو ان الفاظ سے بیان فرمایا :-</p>	<p>فی کتاب اللہ والسنۃ سأل هل کان ابو بکر قضی فیہ بقضاء فان کان لابی بکر قضاء قضی بہ والاجماع علماء الناس و استقشا سرہم فاذا اجتمع رأيہم علی شیء قضی بہ۔</p> <p>(اعلام الموقعین ج۱ ص ۷۷)</p>	<p>طرف رجوع کرتے تھے، اور جب کتاب اللہ اور سنت میں کچھ نہ ملتا تو لوگوں سے پوچھتے کہ ایسا کوئی قضیہ فیہ بقضاء ابی بکرؓ کے سامنے بھی ہوا اور اس میں انہوں نے کیا فیصلہ کیا۔ اگر ایسا کوئی فیصلہ مل جاتا تو اس کے موافق یہ بھی کرتے ورنہ علماء کو جمع کر کے مشورہ کرتے۔ جب انکی رائے کسی بات پر متفق ہو جاتی تو تو اس کے موافق حکم دیتے۔</p>
<p>إنہ مضی لی صاحبان یعنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم و ابابکر عیلاً عملاً و مسلکاً طریقیاً فانی ان عیلت بغیرہما سلک لی غیر طریقیہما (طبقات ابن سعد جزء ۱ ص ۲۲۷)</p> <p>(یعنی وہ بدعت ہو گا)</p>	<p>میرے دو ساتھی یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ آگے جا چکے۔ اہل ان دونوں حضرات نے ایک طرز عمل رکھا۔ اور ایک طریقہ مقرر کیا۔ میں اگر دونوں کے علاوہ کسی دوسرے طرز عمل پر چلوں گا تو وہ طرز عمل مجھ کو ان کے طریقہ سے جدا کر دے گا۔</p>	<p>حضرت عمرؓ جب ممالک محروسہ کی طرف عہدہ قضا کے لئے قضاۃ بھیجتے تو بڑی تاکید کے ساتھ خاص طور سے آپ ان کو یہ ہدایت فرماتے کہ وہاں جا کر آپ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق فیصلے کیا کرو۔ تاریخ اسلام کے مشہور قاضی شریح کو کوذ کا قاضی مقرر کیا تو ان کو یہ ہدایت کی :-</p>
<p>اسی طرح حافظ ابن القیمؒ نے حضرت ابو بکرؓ کے طریق کار اور اتباع سنت نبوی کو ذکر کر دینے کے بعد تحریر کرتے ہیں :-</p> <p>وکان عمر یفعل ذلک فاذا اعیاء ان یجد ذلک</p>	<p>حضرت عمرؓ بھی ایسا ہی کرتے تھے یعنی علی الترتیب کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی</p>	<p>انظر ما یتبین لك فی کتاب اللہ فلا تسأل عنہ احداً و مالہ یتبین لك فی کتاب اللہ فاتبع فیہ سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و مالہ یتبین لك فیہ السنۃ فاجتہد فیہ سراً</p> <p>(اعلام الموقعین ج۱ ص ۷۷)</p>

حضرت عمرؓ کا یہی طرز عمل رہا۔ یہاں تک کہ بروقت شہادت آپ نے یہ دعاء فرمائی :-

اللهم انی اشهدک علی امراء الامصار فانی انما بعثتکم لیعلموا الناس دینهم و سنہ نبیهم و یحیدوا علیہم و یقسموا فیہم بدینہم و یرفعوا الی ما اشل کل علیہم من امرہم۔ (ابن سعد ج ۳ ق ۱ ص ۲۲۲)

اے اللہ! میں آپ کو ان حاکم کے امراء و حکام پر گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کو اس واسطے بھیجا تھا کہ وہ لوگوں کو ان کا دین اور ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سکھائیں۔ اور ان میں انصاف کریں اور بال عقیمت کو ان کے درمیان تقسیم کریں۔ اور انہیں جو کچھ میں پیش آئیں اس کو میرے سامنے پیش کریں۔

بیان کیا اور مسئلہ پوچھا۔ انہوں نے فرمایا کہ جب آپ کو حضرت سعد کوئی مسئلہ بیان کرے تو اسے رتہ نہ کیا کرو۔ فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصح علی الخفین۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موزوں پر مسج کیا کرتے تھے۔ (مسند احمد ج ۱ حدیث ۱۷۸)

دیکھتے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل ہی اس مسئلہ کی صحت کی دلیل کے طور پر پیش فرمایا اور سنت رسول اللہ کو حجت قرار دیا۔

(۲) ابو عثمان ندوی روایت کرتے ہیں کہ ہم آؤ چچان میں تھے کہ ہم کو حضرت عمرؓ کا حکنامہ آیا۔ جس میں آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ اے عبید بن فرقہ! عیش و عشرت کی زندگی اور مشرکین کے طرزیاس اور ریشم پہننے سے اپنے آپ کو بچائے رکھو۔ کیونکہ :-

فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہا نا ان ہم کوریشی لباس پہننے ہن لبوس الحریر۔ سے منع فرمایا ہے۔ (مسند احمد ج ۱ حدیث ۱۷۸)

دیکھتے آپ نے زمانہ خلافت میں ریشمی لباس پہننے سے روکنے کا جو حکنامہ بھیجا، اس میں اس ممانعت کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم پہننے سے منع فرمایا، اس لئے میں بھی حکم دیتا ہوں کہ اس کے استعمال سے بچتے رہو۔

(۳) ایک شخص نے اپنے بیٹے کو تلوار سے مار کر زخمی کیا، جس سے اس کی جان نکل گئی اور مر گیا۔ حضرت عمرؓ کے پاس یہ مقدمہ گیا۔ آپ نے ماری روئداد سن کر فرمایا :-

لولا انی سمعت لولا انی رسول اللہ صلی اللہ علیہ

اصولی طور پر سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حضرت عمرؓ نے جو کچھ فرمایا وہ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ اب آپ چند مستند تاریخی واقعات دیکھتے جن سے اندازہ ہوگا کہ حضرت عمرؓ نے حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا اہمیت دی ہے :-

(۱) حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عراق میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو دیکھا۔ کہ وضو کرتے وقت وہ موزوں پر مسج کر رہے ہیں۔ مجھے مسئلہ معلوم ہونے کی وجہ سے یہ کلام ذرا نا آشنا سا معلوم ہوا اور میں نے کہا کہ آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں۔ پھر ہم حضرت عمرؓ کے ہاں مدینہ منورہ پہنچے۔ تو حضرت سعد نے فرمایا کہ آپ موزوں پر مسج کرنے کے بارے میں مجھ پر اعتراض کیا کرتے تھے۔ جا کر والد ماجد سے پوچھئے کہ یہ مسئلہ کیسا ہے۔ میں نے اپنے والد حضرت عمرؓ سے جا کر سارا واقعہ

لیا تھا، اس لئے میں بھی آج ان کی پیروی میں یہ کر رہا ہوں اور فرمایا لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ (مسند احمد ج ۱ حدیث ۱۳۱)

یہ واقعہ اکثر کتب احادیث میں صحیح روایات کے ساتھ مروی و منقول ہے۔ اس موقع پر قرآن مجید کی آیت پڑھنا اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ہر معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۃ حسنہ کی پیروی ضروری سمجھتے تھے۔ اور اس کے مقابلہ میں ذاتی رائے اور قیاس و اجتہاد کو بالکل وقعت نہیں دیتے تھے۔

(۵) حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت فاروق اعظمؓ نے بڑے اہتمام کے ساتھ خطبہ دیا اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد مسئلہ حج کا ذکر کیا۔ اور فرمایا کہ کہیں آپ لوگوں کو اس مسئلہ کے بارے میں کوئی دھوکہ نہ دے۔ یہ رجم بھی اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود میں سے ایک حد ہے۔ اور فرمایا:

أَلَا إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ رَاجَمَ وَرَجَمْنَا بَعْدَكَ وَلَوْلَا أَنْ يَقُولَ قَاتِلُونِ زَادَ عَمْرِي كِتَابَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ مَالِيَسَ مِنْهُ لَكُنْتُمْ فِي مَاجِيَةٍ مِنَ الْمَصْحَفِ شَهْدَ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ وَفُلَانٍ وَفُلَانٍ يَهْدِي بِيهِ إِلَى كِتَابِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہ سنتا۔ کہ کسی باپ کو بیٹے کے قتل کر دینے کی وجہ سے قصاص میں قتل نہیں کیا جاسکتا، تو میں یہاں سے پہلے ہی تجھے قتل کر دیتا۔ (مسند احمد ج ۱ حدیث ۹۵)

اور یہی روایت بیہقی ج ۸ صفحہ ۳۹۰ میں متعدد دوسری اسانید کے ساتھ مذکور ہے۔ اور وہاں اس واقعہ کی مزید تفصیلات بھی بیان کی گئی ہیں۔ چنانچہ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس قاتل شخص سے جس کا نام قتادہ تھا ویت کے اونٹ لے لئے۔ پھر فرمایا کہ مقتول کا بھائی کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ حضرت میں یہ موجود ہوں! فرمایا کہ اچھا ویت کے یہ اونٹ سائے کے سائے تو ہی لے۔ اور باپ کے لئے ان اونٹوں میں سے کچھ بھی نہ لے گا۔ کیونکہ یہ فان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لیس لقاتل شیء۔ (بیہقی ج ۸ صفحہ ۳۹۰)

(۶) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ ہجر اسود کے پاس آئے اور فرمانے لگے میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے۔ اگر میں یہ نہ دیکھتا کہ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے چوکا، اور بوسہ لیا ہے تو میں بھی نہ چوختا اور نہ بوسہ لیتا۔ لیکن چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے دیکھا ہے کہ آپ نے بوسہ

اللہ علیہ وسلم
ہدیت لسنۃ نبیک
صلی اللہ علیہ وسلم
(مسند احمد ۱۹۹)

سلم کی سنت کی ہدایت کی گئی۔
یہ تو تجھے اپنے نبی صلی اللہ علیہ
وسلم کی سنت کی ہدایت کی گئی۔

صلی اللہ علیہ وسلم قدس رحمہ
وسرجمنا من بعدہ
(مسند احمد ج ۱ حدیث ۱۵۶)

رحم کیا ہے۔ اور ان کے بعد
نے بھی رحم کیا ہے۔

دیکھئے حضرت فاروق اعظمؓ نے بہ یک وقت حج و عمرہ
کے احرام کو سنت رسول اللہ قرار دیا۔ اور اس کی پیروی کرنے
پر اس کو تسلی دی۔

اسی مضمون کی حدیثیں قریب قریب انہی الفاظ میں
عام کتب حدیث میں پائی جاتی ہیں۔ خود مسند احمد میں مندرجہ
بالا روایت ۱۵۶ کے علاوہ روایات ۱۹۷، ۲۲۹، ۲۷۹
۳۰۲، ۳۳۱، ۳۵۲ و ۳۹۱ موجود ہیں۔ اور یہ آخری
روایت ۳۹۱ بخاری شریف ج ۲ ثانی کتاب الحدود میں بھی
تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ ان متعدد روایات سے
درجہ یقین و اذغان میں یہ بات معلوم ہو جاتی ہے کہ حضرت
عمرؓ نے مسئلہ رحم کو بالکل قطعی اور یقینی طور سے دین کا
مسئلہ اور حدود اللہ میں سے ایک حد سمجھ لیا تھا۔ اور علی الاعلان
منبر پر اس کے دین میں سے ہونے کی تبلیغ و اشاعت کی تھی
اور اس کی دلیل یہ دی کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے چونکہ رحم کیا اور اس کا حکم دیا، لہذا یہ دین کا مسئلہ اور
یقیناً قابل اخذ ہے۔

۷) رقاب بن حذیفہ نے ام وائل بنت معمر نامی ایک
عورت کے ساتھ نکاح کیا۔ جس سے اس کے تین بچے پیدا
ہوئے۔ اور ان کی یہ والدہ فوت ہو گئی۔ تینوں لڑکوں نے
والدہ کی میراث میں حصہ لیا۔ پھر حضرت عمرو بن العاصؓ نے
ان تینوں کو ساتھ لیکر شام کی طرف گئے۔ اور تینوں طاعون
عمواس میں وفات پا گئے۔ چونکہ حضرت عمرو بن العاصؓ ان
کے عصبہ تھے لہذا وہ ان کے وارث قرار دیئے گئے۔ جب
حضرت عمرو بن العاصؓ شام سے واپس آ گئے تو ام وائل کا ایک
آزاد کردہ غلام فوت ہوا جس کا حق ولایت ام وائل کو حاصل
تھا۔ تو وہ حق ولایت بھی حضرت عمرو بن العاصؓ کو منتقل ہوا۔
تو معمر کے لڑکے یعنی ام وائل متوفیہ کے بھائی آئے۔ اور
انہوں نے حضرت عمرؓ کے ہاں دعویٰ دائر کر دیا۔ کہ ہماری
بن کا حصہ ولایت اب اس کے لڑکوں کے مرنے کے بعد ہم
کو ملنا چاہیئے۔ ان کے اس دعویٰ کے بعد حضرت عمرؓ
رضی اللہ عنہ نے فرمایا :-

عُقبی بن معبد فرماتے ہیں کہ میں نصرانی تھا۔ پھر میں نے
اسلام قبول کیا۔ حج کے لئے گیا۔ تو میں نے احرام باندھتے وقت
حج اور عمرہ دونوں کی یکجا نیت کی اور قرآن کے احرام باندھا
زید بن صوحان اور سلمان بن ربیع نے یہ سنا کہ میں دونوں کے
لئے بہ یک وقت احرام باندھ رہا ہوں۔ تو اس کی تخلیط کی۔
اور مجھے ڈانٹا۔ جس سے میں بہت آزرده اور پریشان ہوا۔
میں حضرت عمرؓ کے پاس آیا۔ اور ان کی خدمت میں سارا قصہ
بیان کیا۔ آپ نے ان دونوں حضرات کو غلامت کی۔ کہ تم نے
لے کیوں روکا۔ اور ڈانٹا۔ اور پھر میری طرف متوجہ ہوتے
اور فرمایا :-

اقضی بینکم بما سمعت
من رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم سمعتہ یقول ما آخرز
الولد والولد فهو بحصبتہ
من کان - (مسند احمد ۱۸۳)

میں تمہارے درمیان وہی فیصلہ
کہہ دوں گا جو میں نے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔
آپ نے فرمایا کہ جو کچھ والد یا
اولاد حاصل کرے وہ پھر اس کے حصہ

ہدیت لسنۃ النبی صلی

۷۸۶

شام

(محترم سید محمد شافی حسنی)

(۲)

لاکھوں اشخاص نے علم و فضل حاصل کیا۔ اور تربیت لی۔ آج بھی دینداری، تقویٰ اور خداترسی میاں نظر آئیگی، جتنی اور مسلمان ملکوں میں سوائے نجد و حجاز کے کہیں نظر نہ آ سکے گی۔ مسلمان ملکوں کے سیاح کو شام میں جو امتیاز نظر آئے گا وہ امتیاز دین اور اخلاق کا ہوگا۔ وہ دیکھے گا کہ مسجدیں

بہ نسبت دوسرے مسلمان ملکوں کے زیادہ آباد ہیں، نماز و جماعت کا بڑا اہتمام ہے۔ مساجد میں عام طور سے علمی مجلسیں منعقد ہوتی ہیں۔ علماء کا درس جاری ہے۔ شام کے علماء دینی شاعر کا زیادہ اہتمام کرتے ہیں۔ اور انکی

حفاظت کے کو شاں ہیں۔ عوام میں بھی دین کا چرچا پایا جاتا ہے۔ اسی طرح عورتوں میں پردہ کا اہتمام پایا جاتا ہے۔ اور اگرچہ موجودہ دور کی لادینیت اور غفلت شکاری، نیرورپ کی کورانہ تقلید نے اپنا حملہ بیاں بھی کیا ہے۔ اور اس کے زیریے اثرات یہاں کے باشندوں پر بھی اثر انداز ہوئے ہیں، تاہم یہاں اتنے خراب اثرات نہیں پڑے جتنے خراب اثرات مصر و عراق اور دوسرے ہمسایہ ملکوں پر پڑے ہیں اس کا سب سے بڑا سبب علماء کی عظمت، ان کی کوششوں کی کثرت، اہل ذکر اور اہل اللہ کا وجود اور دینی تحریکوں کی زندگی ہے۔ تیرہویں صدی میں مولانا خالد رومی رحمۃ اللہ علیہ دہلی تشریف لائے تھے۔ اور مولانا عبد اللہ صاحب دہلوی سے تربیت و سلوک

گذشتہ اشاعت میں ہم نے شام کے سیاسی اور تعلیمی حالات کا جائزہ لیا تھا۔ اور سیاسی جماعتوں اور پارٹیوں اور بعض مقامات کے متعلق مختصر عرض کیا تھا۔ آج کی صحبت میں شام کی دینی حالت و تیر اسلامی شخصیات اور بعض ادیبوں کو پیش کریں گے۔

شام اپنی سیاسی اور جغرافیائی حیثیت کے ساتھ ساتھ دینی اور علمی حیثیت کے لحاظ سے بھی اعتیادی شان رکھتا ہے۔ اگر اس عظیم الشان ملک میں گذری ہوئی صدیوں میں تیراضی قریب میں اہم ترین سیاسی انقلابات آئے اور سیاسی شخصیتوں اور حکومتوں کی آمد و رفت رہی تو گذری ہوئی مدت میں اسلامی شخصیات بھی پیدا ہوتی رہیں۔ اور فعال دینی تحریکیں جنم لیتی رہیں۔ اور آج بھی سرزمین شام پر اہم دینی شخصیتیں اور تحریکات اپنا اپنا کام کر رہی ہیں۔ شام کی زمین میں پھر اگر ایک صلاح الدین جیسا پاکباز اور منصف مزاج مجاہد پیدا ہوا تو دوسری طرف مولانا خالد رومی جیسا صوفی اور خداترس انسان گذرا۔ جس کے ہزاروں شاگردوں اور مریدوں نے شام کو خداترسی سے بھر دیا۔ اگر ایک طرف مجاہدین کی تلواروں کی جھنکار سنائی دیتی تھی اور شہداء کے خون کے ان گنت قطرے زمین بوس ہوئے تو دوسری طرف علماء کرام اور خداترس انسانوں کے علم و فضل کے چرچے سنائی دیئے۔ اور محدثین و فقہاء کی علمی مجلسوں سے

سلطان صلاح الدین ایوبی کی طرف منسوب ہے۔ اور یہ انصاف گستر سلطان اسی کے ایک کمرہ میں مدفون ہے۔ مدرسہ **دیر یا سمین** : دیر یا سمین فلسطین کا ایک شہر ہے۔ یہ مدرسہ اسی کی طرف منسوب ہے۔ اس میں فلسطین کے ہمارے بچے زیر تعلیم ہیں۔ اس کے پرنسپل استاد عمر المصری ہیں۔

الکلیۃ الشرعیۃ : شام کا ایک خالص دینی مدرسہ جس میں علوم و فنون کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس کے نکلے ہوئے طلبہ منصب قضا اور دوسرے دینی عہدوں پر ممتاز ہوتے ہیں۔ اس کے (عمید) پرنسپل شام کی مشہور دینی شخصیت اور انجمن المسلمین کے نگران اعلیٰ استاد مصطفیٰ الباعی ہیں۔ **دار الکتب الوطنیۃ** : دیر یا سمین کے مشہور اور تاریخی شہر حلب میں ہے۔ اس میں قدیم و جدید پیش کیا اور پیش قیمت کتابیں ہیں۔ یہ کتب خانہ دمشق کی علمی اکاڈمی کے زیر اہتمام ہے۔

ان چند مراکز کا ہم نے اجالی طور سے تذکرہ کیا ہے۔ ورنہ شام کے مختلف مقامات، شہروں، قصبوں اور دیہاتوں میں سینکڑوں مدارس، مساجد اور تاریخی مقامات ہیں۔ جن کا احصاء تو آسان ہے اور نہ مقصود۔ دمشق حلب، حماہ اور حمص ہر ایک، ایک مستقل حیثیت رکھتے ہیں۔ اور ان تمام مقامات پر مسلمانوں کے اہم ترین تاریخی واقعات اور کارنامے اور یادگاریں ہیں۔ سلطان صلاح الدین، نور الدین زنگی، حضرت عمر بن عبد العزیز، حضرت خالد بن ولید، حضرت معاویہ اور ان کے علاوہ بہت سے کبار صحابہ، مشائخ، سلاطین اور مجاہدین کے مزارات، مدارس اور خانقاہیں پائی جاتی ہیں۔ جامع اموی سے نکل کر کچھ دور پر وہ دارالحدیث ہے جس میں امام

حاصل کر کے شام تشریف لے گئے تھے۔ اور شام و عراق میں اپنے ہزار ہا شاگرد پیدا کئے، جنہوں نے اپنے علم و فضل سے شام کی سرزمین پر خدا کے مبارک نام کو روشن کیا اور خدا ترسی کی فضا بنا دی۔

دینی مراکز : شام میں دینی مراکز، مساجد اور مدارس اپنے حسن تعمیر، خدمت، آبادی تعلیم اور دینی حیثیت سے امتیازی شان رکھتے ہیں۔ سردست چند مقامات کا مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے۔

جامع اموی : اموی خلیفہ ولید بن عبد الملک نے اس کو بڑے اہتمام سے تعمیر کرایا۔ اور بڑی بلند عمارت اور ذوق کا ثبوت دیا۔ اصل مسجد کا طول تین سو گز اور عرض دو سو گز ہے۔ جس کے ساتھ ساتھ یہ مسجد پھر رونق اور آباد بھی رہتی ہے، علماء کے درس ہوتے ہیں۔ ذکر و تلاوت سے مسجد گونجتی رہتی ہے۔ دینی اجتماعات اور علمی حلقوں کا مرکز ہے۔

کتب خانہ ظاہریہ : اس کتب خانہ میں نادر و نایاب تعلیمی کتابوں کا بہت بڑا ذخیرہ ہے۔ اتنا بڑا ذخیرہ مشرق وسطیٰ میں اور کہیں نظر نہیں آتا۔ اس کے ایک حصہ میں مطالعہ کے لئے دارالمطالعہ بھی قائم ہے۔ حسن انتظام کتابوں کی تربیت قابل ذکر ہے۔

مجمع علمی : دیر یا سمین کی مشہور اور قدیم علمی اکاڈمی ہے اس اکاڈمی نے بڑی ٹھوس اور سنجیدہ علمی اور ادبی خدمتیں انجام دی ہیں۔ اس کا دفتر مدرسہ عادلۃ الکبریٰ کی عمارت میں ہے۔

مدرسہ عادلۃ الکبریٰ : دیر یا سمین کے قدیم بھی ہے اور مشہور بھی۔ اسی مدرسہ میں ابن خلکان نے اپنی مشہور عالم تاریخ و فیات الاعیان مرتب کی ہے۔ یہ مدرسہ

نوی شام صحیح مسلم درس حدیث دیا کرتے تھے۔ دمشق کے کلیۃ الطب کے قریب شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ کا خزانہ ہے۔ ابن تیمیہ سے کونسا اہل علم ہوگا جو نا واقف ہو۔ اسی دمشق میں ابن العربی کا خزانہ ہے۔ اور ان کے نام پر ایک جامع مسجد بھی ہے۔

جامعات اور تحریکوں میں جمعیت التمدن الاسلامی ہے۔ جس کے روح رواں شیخ کمال الخطیب ہیں۔ اور اسی کی طرف سے ایک رسالہ بھی نکلتا ہے۔ جس کا نام "التمدن الاسلامی" ہے۔ دو سری مؤثر اور فعال دینی تحریک اخوان المسلمین ہے۔ جو مصر کی مرکزی جماعت کی شاخ ہے۔ چونکہ مصر میں اخوان پر سخت پابندی ہے اور اخوانیوں پر دردناک مظالم ڈھائے جاتے ہیں اسی وجہ سے اخوان کے معتمد ارکان اور عظیم شخصیتیں شام میں منتقل ہو گئی ہیں۔ جن میں سے بعض تو وہیں کی باشندہ ہیں۔ اور بعض عارضی طور پر مقیم ہیں۔ جن میں سب سے زیادہ اہم شخصیت سید رمضان کی ہے جو ابھی حال ہی میں ہندوستان تشریف لائے تھے۔ شام کی اخوان المسلمین کے نگران اعلیٰ شیخ مصطفیٰ السباعی ہیں۔ ان تحریکوں اور جماعتوں کے علاوہ اور بھی بہت سی جزوی اصولی جماعتیں اپنا کام کر رہی ہیں۔

رسالہ: شام کے تین رسالے ایسے ہیں، جن کا ذکر ضروری ہے:

المسلمون: یہ رسالہ اب سے پہلے مصر سے نکلتا تھا مگر مصر کی حکومت کا جب خطاب اخوان المسلمین پر نازل ہوا تو یہ شام منتقل ہو گیا۔ اس کے اصل مدیر اور بانی سعید رمضان ہیں۔ لیکن موجودہ مدیر شیخ مصطفیٰ السباعی ہیں۔ اور دونوں بزرگ اس کو مل کر نکالتے ہیں۔ یہ رسالہ

ماہوار ہے۔ اور سائے عالم عربی کے رسالوں میں سب سے زیادہ مستند، دین کی صحیح اور مستند نمائندگی کرنے والا ہے۔ اس کے لکھنے والے تمام عالم کے چیدہ چیدہ علماء اور اسلام پسند اُدباء ہیں۔ اس سے بہتر اور پُر اثر معلومات رسالہ کوئی ملک نہ نکال سکا ہے۔ حسن سیرت اور حسن صورت دونوں امتیازی شان کے مالک ہیں۔

التمدن الاسلامی: اس کے مدیر کمال الخطیب ہیں۔ جو ایک نوجوان صالح عالم ہیں۔ یہ رسالہ جمعیت التمدن الاسلامی کی طرف سے نکلتا ہے۔

الہدای: یہ روزنامہ ہے۔ یہ بھی اخوان کا پرچہ ہے۔ جس میں اخوانیوں کا دفاع، نیز دوسری اسلامی تحریکوں کی پمائندگی کی جاتی ہے۔

اہم دینی شخصیتیں: اس عنوان کے ماتحت ہم ان شخصیتوں کا ذکر کریں گے جو دین اور علم کے اعتبار سے کوئی مقام رکھتے ہیں۔ سیاسی شخصیتیں موضوع بحث نہیں۔

(۱) شیخ محمد ہجۃ البیطار، دمشق کے خاندان بیطار کے (جو علم اور تقویٰ میں مشہور ہے) ایک فرد ہیں۔ علماء عرب میں امتیازی حیثیت کے مالک ہیں۔ علامہ رشید رضا کے جانشین اور قائم مقام سمجھے جاتے ہیں۔ حدیث و تفسیر اور تاریخ و رجال پر ان کی بڑی وسیع نظر ہے۔ علم و تقویٰ کے ساتھ ساتھ خوش گفتاری اور زندہ دلی بھی بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔ خشک سے خشک موضوع کو بھی باغ و بہار بنا دینے میں خاص ملکہ حاصل ہے۔

(۲) شیخ احمد گفتارو، دمشق کے ایک بڑے با اثر اور اصلاح پسند عالم ہیں۔ زمانہ حال کے تقاضوں سے بھی پوری طرح واقف ہیں۔ ان کے والد ایک بڑے شیخ طریقت تھے۔ ان کا سلسلہ نقشبندیہ خالہ یہ ہے۔ شیخ

گفتار و جامع اموی میں تفسیر کا درس بھی دیتے ہیں۔ ان کا وعظ مشہور ہے۔

(۱۳) شیخ مصطفیٰ الباعی، حمص میں سباعی خاندان مشہور خاندان ہے۔ شیخ سباعی اسی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ شام کی اخوان المسلمین کے معتد خصوصی اور اس تحریک کے قائد ہیں۔ حدیث میں ورک حاصل ہے۔ جامع ازہر کے فاضل ہیں۔ جہاد فلسطین میں نمایاں حصہ لیا ہے۔ شامی پارلیمنٹ میں اسلامی اشتراکی پارٹی کے لیڈر ہیں۔ اور جامعہ سورہ میں حدیث کے استاد اور کلیۃ الشریعہ کے پرنسپل ہیں۔

(۱۴) شیخ مصطفیٰ الزرقا۔ حلب کی کلیۃ الشریعہ کے فارغ ہیں۔ اور شامی یونیورسٹی میں شریعت اسلامی کے استاد ہیں۔ انہوں نے دستور اسلامی پر ایک بسوط کتاب لکھی ہے۔ جدید و قدیم علوم میں اچھی مہارت رکھتے ہیں۔ انہوں نے فقہ اسلامی اور شریعت اسلامی کے قدیم مآخذ کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔ اور ساتھ ساتھ جدید سیاسی نظاموں پر گہری نظر رکھتے ہیں۔

(۱۵) ڈاکٹر معروف الدالیبی، شامی یونیورسٹی میں اصول فقہ اسلامی کے استاد ہیں۔ اب سے کچھ پہلے وہ شامی پارلیمنٹ کے صدر رہ چکے ہیں۔ انہوں نے فقہ اسلامی کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔ ان کی کتاب "المدخل فی اصول الفقہ" ایک عالمانہ تصنیف ہے۔

(۱۶) شیخ محمد مبارک، دمشق کی یونیورسٹی میں عربی کے پروفیسر ہیں۔ کئی بار وزارتوں کے منصب پر بھی فائز رہ چکے ہیں۔ علوم عربیہ کی تکمیل کے بعد پیرس سے اعلیٰ ڈگری بھی حاصل کی ہے۔

(۱۷) استاد کرد علی، دمشق کے مشہور ادیب اور مؤرخ

گذرے ہیں۔ ابھی چند ہی دن ہوئے ان کا انتقال ہو گیا۔ کئی ادبی اور تاریخی کتابوں کے مصنف تھے۔ ان کی مشہور تصنیف "غابر الامت لس وحا ضرها" اور "خطوط الشام" ہیں۔

(۱۸) شیخ عبدالقادر مغربی، دمشق اکاڈمی کے نائب صدر ہیں۔ ان کو عربی اور تاریخ میں ورک حاصل ہے۔ مختلف کتابوں کے مصنف ہیں۔

(۱۹) شیخ علی الطنطاوی، مصر کے شہر طنطا میں پیدا ہوئے۔ اب شام کے باشندے ہیں۔ شام کی سپریم کورٹ کے جج ہیں۔ ادب میں ملکہ حاصل ہے۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔ انہوں نے تحریک کے مجدد ہیں۔ ان کی کتابوں اور مضامین کے مطالعہ سے ان کی غیرت ایمانی کا پتہ چلتا ہے۔ ابھی ایک سال ہوا ہندوستان بھی آچکے ہیں۔ ان کا ایک واقعہ ہے جس سے ان کی حمیت و غیرت دینی کا بخوبی اندازہ ہوگا۔ دمشق کی جامع مسجد میں اثناء خطبہ میں انہوں نے حکومت وقت پر ایک بار سخت تنقید کی۔ اور فحش و عریا لریچر، عورتوں کی آذادی کو چیلنج کیا۔ جامع مسجد کا خطبہ ریڈیو سے نشر بھی ہوتا ہے۔ انکی تنقید اور کڑی نکتہ چینی بھی نشر ہو گئی۔ حکومت نے سخت باز پرس کی۔ حتیٰ کہ نشر کرنا ایسا موقوف کر دیا گیا۔ بہت دنوں تک اخبارات میں چرچا رہا۔ اور مخالفت و موافقت میں مضامین نکلے۔ بحثیں ہوئیں۔ مگر شیخ علی اپنی بات پر جبر ہے۔

(۲۰) شیخ محمد توفیق الحسن، یہ بزرگ حمص کے مفتی عظم ہیں۔ اور موجودہ جمہوریہ شام کے صدر ہاشم الاساسی کے چچا زاد بھائی ہیں۔ عمر بزرگ ہیں۔ متواضع اور خلیق ہیں۔ سیرت و صورت میں ہندوستان کے قدیم علماء حق سے بہت مشابہ ہیں۔

منتقبت صحابہ پر شہادتِ نبویؐ

غلاموں کی ثناء و صفت آقا کی زبان سے

اگر میں کسی کو دو بٹانا تو ابو بکرؓ کو	مالِ ابی بکر - (ترمذی)	ابھی وہ نفع نہیں دیا جو حضرت ابو بکر کے مال سے دیا۔
ولو كنت متخذًا خليلاً لا تتخذت ابن ابی قحافة خليلاً وان صاحبكم خليل الله - (ترمذی)	اگر میں کسی کو دوست بناتا تو ابن ابی قحافہ (حضرت ابو بکرؓ) کو دوست بناتا۔ اور بیشک تم لوگوں کا ساتھی اللہ کا دوست ہے۔	حضرت ابو بکرؓ اقتدا اکہو
ما لاحد عندها وقد كافينا ما خلا ابا بکر فان له عندنا يدًا يكا فيه الله بها يوم القيامة وما نفعني مال احد قط ما نفعني بقیة صفیہ کد شمسہ	مجھ پر کسی کا احسان نہیں ہے۔ جس کا میں نے بدلہ نہ دیا ہو، سوائے حضرت ابو بکر کے۔ ان کا مجھ پر احسان ہے۔ جس کا بدلہ انہیں قیامت میں اللہ تعالیٰ دینگے۔ مجھ کو کسی کے مال نے	عن حذیفۃ قال کنا جلوساً عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انی لا ادسای ما بقائی فیکم فاقندوا بالذین من بعدی و اشار الی ابی بکر و عمر (ترمذی)
حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی جا نب۔	حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی جا نب۔	حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کی جا نب۔

ان بزرگوں کے علاوہ اور بھی بہت سے علماء و فضلاء اور اہل علم حضرات پائے جاتے ہیں۔ سب حالات کا تذکرہ شکل ہے۔ ان اوراق میں جو کچھ لکھا گیا ہے، اس سے شام کی دینداری اور علم دوستی کا اندازہ ہو گیا ہو گا۔ مگر آفرین یہ کہنا پڑتا ہے کہ ان تمام خوبیوں کے باوجود جدید تہذیب بھی گھر کر رہی ہے۔ اور سیاسی حیثیت سے بھی بہت سے خطرات سر پر منڈلا رہے ہیں۔ اگر ہوشمندی اور فراست سے کام نہ لیا گیا تو شام ان تمام خوبیوں سے محروم ہو جائیگا۔ اس کا سب سے بڑا دشمن جو اس کے سر پر ہے وہ اسرائیلی حکومت ہے۔ فلسطین اس سے ملا ہوا ہے۔ اور آئے دن یہودیوں کی سازشیں ہوتی رہتی ہیں، جس طرح شام نے برصغلاف اور پڑوسی ملکوں سے یہودیوں کا مقابلہ کیا۔ اور اپنی سرحدوں کی حفاظت کی، اسی طرح اب بھی اسکو اسکی طرف توجہ کرنی چاہئے۔ اور پورے اخلاص کے ساتھ اس سازشی دشمن سے چوکنادہنا چاہئے۔

وہ نہ کہیں دشمن کی سازشیں کوئی نئی مصیبت نہ لائیں

اہل الجنة من الاولین والآخرین ما خلا الفیین والمہرسلین	اہل جنت میں ادھر سے ادھر والوں کے سردار ہیں۔ تمام اولین وآخرین میں علاوہ انہما و مہرسلین کے۔	لو کان بعدای نبی کان عمر بن الخطاب (ترمذی)	اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو حضرت عمر بن الخطاب ہوتے۔
حضرت ابوبکر حوض کوثر میں بھی رسول اللہ صلعم کیساتھ تھے	حضرت ابوبکر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر سے فرمایا کہ آپ حوض پر بھی میرے ساتھی ہیں اور غار میں بھی ساتھی۔	حضرت عمر کے متعلق ایک مبارک خواب سہایت کان اتیت بقدر ح لبن فشاہت منہ فاعطیت فضلی عمر بن الخطاب۔	میں نے خواب دیکھا کہ دودھ کا ایک پیالہ لایا گیا میں نے اس میں سے کچھ پیا اور باقی حضرت عمر کو دیدیا۔ لوگوں نے سول کیا کہ آپ نے اس کی کیا تاویل فرمائی آپ نے فرمایا "علم"۔
حضرت ابوبکر کے سامنے امامت کسی کو نہ کرنا چاہیے لا ینبغی لقوم فیہم ابوبکر ان یومہم غیرہ	وہ قوم جس میں حضرت ابوبکر ہوں کسی کو آپ کے علاوہ امام نہ کرنا چاہیے۔	جنت میں قصر فاروق دخلت الجنة فاذا انا بقصر من ذهب فقلت لمن ہذا القصر قالوا	میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے سوئے کا ایک محل دیکھا میں نے پوچھا کہ یہ کس کا ہے؟ لوگوں نے جواب دیا، ایک قرشی جوان کا۔ میں نے خیال کیا کہ وہ میں ہی ہوں۔ پھر سوال کیا وہ کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا عمر بن الخطاب۔
ان امراء اتت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکلمتہ فی شئ فامرہا بامرفعالت اسراہیت یا رسول اللہ ان لم اجدک قال ان لم تجدینی فاتی ابا بکر (ترمذی)	ایک عورت خدمت نبوی میں حاضر ہوئی اور آپ کے معاملہ میں گفتگو فرمائی آپ کے کسی کام کے کرنے کا حکم دیا اس عورت نے کہا کہ اگر میں آپ کو نہ پاؤں تو کیا کروں۔ آپ نے فرمایا اگر مجھے نہ پاؤں تو ابوبکر کے پاس جاؤ۔	حضرت عثمان کیلئے رسول اللہ صلعم کے رفیق جنت ہیں کل نبی رفیق ورفیق فی الجنة عثمان۔	حضرت عثمان کیلئے رسول اللہ صلعم کا ہاتھ عن انس بن مالک قال لما امر رسول اللہ بیعة الراضون کان عثمان
حضرت عثمان سے معمور تھا ان اللہ جعل الحق علی لسان عمرو قلیہ۔	اللہ تعالیٰ حضرت عمر کی زبان اور آپ کے قلب پر جاری فرمادیا ہے۔ (ترمذی)	عمر بن عثمان کان عثمان	حضرت عثمان کیلئے رسول اللہ صلعم کا ہاتھ عن انس بن مالک قال لما امر رسول اللہ بیعة الراضون کان عثمان

<p>بن عفان بختہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی اہل مکہ قال بیایح الناس فمال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان عثمان فی حاجۃ اللہ وحاجۃ رسولہ فضررب باحدی ید یہ علی الاخری فکان یتید رسول اللہ صلی اللہ وسلم لعثمان خیر من اید یہم لا انفسہم - (ترمذی)</p>	<p>تو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کے پاس بھیجا تھا۔ پس لوگوں نے بیعت کی جب حضرت عثمان کی باری آئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت عثمان اللہ اور اس کے رسول کے کام میں ہیں چنانچہ آپ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا دگوا آپ کا ایک ہاتھ حضرت عثمان کا ہاتھ تھا، اور رسول اللہ کا ہاتھ حضرت عثمان کے لئے کہیں بہتر تھا۔ یہ نسبت لوگوں کے ان کے اپنے ہاتھوں سے۔</p>	<p>علی منهم ليقول ذ لك شلا شاً وابوذس والمقداد و سلمان وامرني بجهنم واخبرني انه يجبههم (ترمذی)</p>	<p>حضرت ابوذر، حضرت مقداد حضرت سلمان۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ محبت رکھنے کا حکم دیا۔ اور مجھ کو یہ خبر دی ہے کہ وہ خود بھی ان سے محبت رکھتا ہے۔</p>
<p>عن ابن بريدة عن ايه قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ امرني بحب اربعة واخبرني انه يجبههم قيل يا رسول اللہ سهم لنا۔ قال</p>	<p>حضرت ابن بريدہ نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو چار آدمیوں محبت رکھنے کا حکم دیا ہے۔ سوال کیا گیا یا رسول اللہ! انکے نام بھی بتلا دیجئے۔ آپ نے یہ تکرار فرمایا، حضرت علیؓ انہیں میں سے ہیں۔ اور</p>	<p>عن ابن عمر قال اخا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلین اصحابہ فجاء علی عیناہ فقال یا رسول اللہ اخیت بلین اصحابک ولم تواخ بلینی وبلین احد فقال لہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم انت اخي في الدنيا والاخرة۔ (ترمذی)</p>	<p>حضرت ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کے درمیان مواخا قائم فرمائی۔ پس حضرت علی آئے اور انکی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اگر فرمایا کہ اے رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم آپنے اپنے صحابہ کے درمیان مواخا قائم کی۔ اور میرے اور کسی کے درمیان مواخا نہیں قائم فرمائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔</p>

جو شخص کسی شہید کو کیٹنا چاہے وہ جب بن اللہ کو دیکھے

من سورة ان ينظر
لی شہید میشی علی
وحبہ الاسراض
فلینظر لی طمحة بن
جس شخص کو یہ بات خوش
کرے کہ کسی شہید کو دیکھے
جو زمین پر چل رہا ہو تو اسے
چاہئے کہ وہ حضرت طلحہ بن

عبید اللہ -

عبید اللہ کو دیکھئے -

میرے حواری حضرت زبیر بن عوام ہیں

ان کل بنی حواسیّا
وان حواسی الزبیر
بن العوام - (ترمذی)

ہر بنی کے حواری ہوا کرتے
ہیں - اور میرے حواری
حضرت زبیر بن عوام ہیں -

اے خدا سعد بن ابی وقاص کی دعا قبول فرما

اللهم اجب لسعد
اذا دعاك -
(ترمذی)

اے اللہ سعد کی دعا کو قبول
فرما، جب بھی وہ تجھ سے
دعا کریں -

حضرت ابو عبیدہ بن جراح بہترین آدمی ہیں

نعم الرجل ابو بکر نعم
الرجل عمي نعم الرجل
ابو عبیدة بن الجراح -
(ترمذی)

حضرت ابو بکر، حضرت عمر،
حضرت ابو عبیدہ بن الجراح
رضی اللہ عنہم بہترین آدمی
ہیں -

حضرت عباسؓ کے متعلق دعا و مغفرت

اللهم اغفر للعباس
وولداه مغفرة ظاهرة
وباطنة - (ترمذی)

اے اللہ حضرت عباس اور
ان کی اولاد کے ظاہر و باطن
نقزات کی مغفرت فرما -

حضرت حسنؓ اور حسینؓ کو جوان جنت کے سردار ہیں

الحسن والحسين
سيد شباب اهل
الجنة -

حضرت حسن و حضرت حسین
رضی اللہ عنہما کو جوانان جنت کے
سردار ہیں -

(بقیتہ صفحہ ۲۳)

حالانکہ اس آیت کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ: "اللہ تعالیٰ کے پاس تمہاری قربانیوں کے گوشت اور خون نہیں پہنچتے - لیکن تمہارا تقویٰ اس کے پاس پہنچتا ہے"

اور اگر تھوڑی دیر کے لئے مؤلف کے ترجمہ کو صحیح تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے - کہ قربانی تقویٰ کے خلاف ہے - اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "والبدن جعلناها لكم من شعائر الله (ہم نے قربانی کے اونٹوں کو تمہارے لئے اللہ کے دین کی یاد گاریں بنایا ہے - سورہ حج) اور اسی آیت سے ذرا پہلے ارشاد ہوتا ہے کہ: "و من يعظم شعائر الله فانها من تقوى القلوب (جو شخص دین خدا وندی کی یاد گاروں کا پورا پورا لحاظ رکھے گا تو یہ دل کے تقویٰ سے ہوتا ہے)" -

اس سے صاف معلوم ہوا کہ قربانی کا کرنا اور اس کے آداب کو ملحوظ رکھنا داخل تقویٰ ہے - ہاں یہ ضروری ہے کہ یہ نیک عمل اخلاص و تقہریت کے ساتھ کیا جائے - ریا کاری نہ ہو - اور زمانہ جاہلیت کی طرح اسے خیر اللہ سے نامزد نہ کیا جائے - اور گوشت اور خون کو ہی مقصود بالذات نہ سمجھا جائے - جیسا کہ دور جاہلیت میں سمجھا جاتا تھا - وہ لوگ قربانی کر کے اس کا گوشت بتوں کے سامنے رکھ دیتے اور خون کعبہ کی دیواروں پر مل دیتے تھے - آیت منقولہ میں اس رسم بد کی تردید فرمائی گئی - اور بتایا گیا ہے کہ

جس پمفلٹ کا میں جواب دے رہا ہوں اس کا راقم اگرچہ کسی غیر معروف ”محمد امین الدین“ نامی کو ظاہر کیا گیا ہے۔ لیکن اسن کا لکھنے والا اس شرذمہ تولید کا سابق لیڈر عرشی معلوم ہوتا ہے۔ جس نے اپنا نام ظاہر نہیں کیا۔ عرشی لکھ چکا ہے کہ:-

”اگر کوئی شخص توراتیت و انجیل کو قرآن کا ٹیل یا اس سے بڑھ کر بھی کہے تو وہ عند اللہ مواخذہ کا مستوجب نہیں۔“

(بلاغ امر ترابیت ماہ اپریل ۱۹۳۳ء ص ۳۳)
اس ٹولی کے ایک اور چوٹی کے ممبر نے یہ لکھا کہ:-
”قرآن شریف نے توراتیت و انجیل کو محرف نہیں کہا۔“

(بلاغ ماہ اپریل ۱۹۳۵ء ص ۳۳)
ان دونوں عبادتوں کو ملا کر یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ موجودہ بائبل کا درجہ قرآن کریم سے بڑھ کر ہو سکتا ہے۔ پس جب ان لوگوں کے نزدیک بائبل کی اہمیت اس قدر زیادہ ہے، تو اب وہ آنکھیں کھول کر بائبل کی آیات ذیل کو پڑھیں۔ اور ان کی روشنی میں قربانی کے مسئلہ کی اہمیت تسلیم کریں۔

بائبل کی آیات

(۱) ”اسرائیلیوں کے لئے گروہ سے یہ بات کہو کہ اس مہینے کے دسویں دن ہر ایک مرد و عورت اپنے اپنے باپ دادوں کے گھرانوں کے مطابق ایک برہ گھر پیچھے ایک برہ اپنے لئے لیوے۔“

خون اور گوشت اللہ کو نہیں پہنچتا، بلکہ تقویٰ پہنچتا ہے۔ جو تعمیل حکم کی شکل میں تم سے ظاہر ہوتا ہے۔ پس آیت سے قربانی کے خلاف استدلال کرنا کھلی چوٹی بددیانتی ہے یا واضح ترین بددیہی۔

پہلی آمتوں میں قربانی

قربانی صرف امت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتیمۃ) ہی میں مشروع نہیں ہے، بلکہ پہلی امتوں میں بھی مشروع تھی۔ قرآن مجید میں ہے:- ”وکل امت جعلننا منسکاً لہن کما والامم اللہ علیٰ ما سار قہم من بہیمۃ الانعام۔ یعنی“ اور ہم نے ہر امت کے لئے قربانی مقرر کی تھی تاکہ وہ ان مخصوص چار بابوں پر اللہ کا نام لیں جو اس نے ان کو عطا فرمائے ہیں“ (سورۃ حج)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہؓ نے عرض کیا کہ قربانی کیا ہے؟ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارے باپ (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کی سنت ہے۔

قرآن پاک کی منقولہ آیت اور حدیث مذکورہ صاف معلوم ہوا کہ قربانی کا حکم پہلی امتوں کے لئے بھی تھا، خصوصاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ قرآن کے اس بیان کی تصدیق موجودہ بائبل سے بھی ہوتی ہے۔

”بائبل کا درجہ قرآن سے بڑھ کر“

قبل اس کے کہ میں بائبل کی آیات نقل کروں قارئین کو یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ قربانی کے خلاف

اور اگر وہ گھرانہ بڑے کا مقدور نہ رکھتا ہو تو وہ اور اس کا ہمسایہ جو اس کے گھر سے لگا ہوا ہو نفری کے شمار کے موافق لیں اور تم ہر ایک آدمی پر اس کے کھانے کے موافق حساب میں برے کو معین کرو۔

تمہارا برہ بے عیب چاہئے۔ نر ایک سالہ ہو۔ تم بیٹروں یا بکریوں سے لیجیو۔ اور تم اس کو اس حینہ کی چودھویں تک رکھ چھوڑو اور اسرائیلیوں کے فرقے کی ساری جماعت شام کو ذبح کرے۔

دخروج باب ۱۲ آیت ۳ تا ۷

اور خداوند نے موسیٰ سے کہا کہ تو اسرائیلیوں سے کہہ کہ تم نے دیکھا کہ میں نے آسمان پر کر تمہارے ساتھ باقیں کیں۔ تم میرے متقابل ہوئے کو معبود مت بنائیو۔ اور نہ اپنے لئے سونے کو معبود۔ تو میرے لئے لگی قربانگاہ بنائیو۔ اور تو اپنی سوختنی قربانیاں اور اپنی سلامیاں اپنی بھڑوں اور اپنے بیٹوں سے وہاں ذبح کیجیو۔

دخروج باب ۲۰ آیت ۲۴ تا ۲۶

واقعات کی شہادت بھی ایک دلیل ہے

یہاں تک کی بحث سے قارئین کرام کو معلوم ہو گیا کہ قربانی پہلی امتوں اور امت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) میں متواتر و مشروع چلی آرہی ہے۔ اور اس پر قرآن مجید و حدیث شریف اور بائبل کی کافی شہادتیں موجود ہیں۔ اور قریباً قرن سے جو چیز یوں چلی آرہی ہو اور آسمانی کتابیں اسکی شہادتیں دے رہی ہوں اس میں رد و بدل کا حق کون رکھ سکتا ہے؟ اس ٹولی کا ایک نمبر

خود لکھ چکا ہے کہ :-

”غیر معمولی واقعات کو شہادت پر چھوڑ دینا چاہئے۔ اگر شہادت کافی ہے تو بیشک وہ صحیح ورنہ غلط ہوں گے۔“ (بلاغ اگست ۱۹۷۷ء ص ۱۵)

عقل اور ایمان

پینفلٹ مذکور میں ”عقل“ کو رہنما بنانے پر سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے۔ اور بار بار اس کا رد و ناروایا گیا ہے کہ علماء اسلام ایمانیت کے باب میں ”عقل“ سے کام لینے میں مزاحم ہوتے ہیں۔ میں اس مسئلہ کی نسبت مختصر طور پر ایک اصولی چیز پیش کرتا ہوں۔

علماء اسلام پر یہ اقرار اور ہمتان ہے کہ وہ عقل کو بیکار محض

جانتے ہیں۔ علماء کرام کا ارشاد ہے کہ عقل اللہ تعالیٰ کے انعامات میں ایک بڑا انعام ہے۔ لیکن اسے بد جہاں صکر ایک اور انعام ہر جسے ”وحی“ کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ وحی الہی کا درجہ ہر کیف انسانی عقل و اجتہاد پر فائق ہے۔ عقل میں اگر خوبیاں اور محاسن موجود ہیں تو خامیاں اور ٹھوکریں بھی بہت ہیں۔ عقل کی رہنمائی میں کئے ہوئے فیصلوں کو غلط قرار دیکر انہیں آنے والے دن بدلتے رہنا اسکی ایک روشن دلیل ہے۔ لیکن وحی الہی (خفی ہو یا جلی)، ہر قسم کی خامیوں اور ٹھوکروں سے پاک ہے۔ اسلئے ہر حال میں شعل ہدایت کا کام ”وحی“ ہی سے لے سکتی ہے۔ عقل سے آپ ان تمام امور میں جہاں اسکی رسائی ہے،

کام لیجیے اور خوب لیجیے۔ لیکن جن امور میں اسکی رسائی نہیں ان میں اس کام لینا خطرہ سے خالی نہیں۔ عقل سے ہر طرح کام لیجیے

جس طرح گھوڑے سے لیا جاتا ہے۔ اسکو گام دیکر میدانِ خلافوں میں خوب سرپٹ دوڑائیے۔ لیکن اگر آپ گھوڑے کو ٹمونٹ ایوٹ،

پر لیجانے کی کوشش کریں گے تو گھوڑے اور سوار دونوں کی ہلاکت یقینی ہے۔ یہاں کسی ایسے خضر راہ کی ضرورت ہے جو اس راہ کی دشوار گذاریوں اور نشیب و فراز اور اونچ نیچ اور مشکلات و موانع سے بخوبی واقف ہو۔ ٹھیک ہی طرح ایمان کی راہ میں موٹی موٹی باتوں

شوٹ کر دیگا۔ اور آج کی تہذیب بھی اسے ناپسندیدہ قرار نہ دے گی۔ پس کیا آپ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ مرتبہ بھی دینا نہیں چاہتے جو آپ کے نزدیک دنیاوی افسروں کو حاصل ہے ؟

اجتہاد کے حدود

غرض اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے جن امور میں واضح حکم دیدیلے، ان میں تو ایک مومن کے لئے مکمل اطاعت کے بغیر چارہ نہیں ہے۔ البتہ غیر منصوص اور اجتہادی مسائل میں اجتہاد سے کام لیا جاسکتا ہے۔ لیکن اس کیلئے بھی دو بنیادی شرطیں ہیں۔ ایک یہ کہ اجتہاد کسی منصوص حکم سے متصادم نہ ہو، دوسرے یہ کہ اجتہاد کفر والا اجتہاد کا اہل بھی ہو۔ اگر ہر ایرے، ہر غیرے، ہر تنہو، ہر غیرے کو اجتہاد کی اجازت دیدی جائے تو دین بچوں کا کھیل بن کر رہ جائیگا۔

گمراہ فرقوں کا مشترکہ روگ

جن لوگوں نے اس بنیادی اصول کو نظر انداز کیا، یعنی ”نہیں“ اور ”حکم“ کے مقابلہ میں عقل“ اور اجتہاد سے کام لینا چاہا۔ وہ ظلمت و کفر کے عمیق ترین گڑھوں میں جا گئے۔ مخلوق میں اس محصیت کبریا کی اولیت کا سہرا ابلیس کے سر پر۔ جس نے منصوص حکم کے مقابلہ میں عقلی“ دلیں پیش کر کے ہوئے سجدۂ آدم سے انکار کر دیا تھا۔ کہ خلقتنی من نار و خلقتنی من طین۔ (اے اللہ! آپ نے مجھے آگ سے اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا)۔

انگریزی راج کے زمانہ میں جس قدر جدید فرسے پیدا ہوئے، سب کا مشترکہ روگ یہی ہے۔ زیادہ مثالیں پیش کرنے کی نہ ضرورت ہے نہ گنجائش۔ خود مذکورہ بالا نام نہاد ”امت مسلمہ“ کے پیشوائے اعظم ماسٹر احمد دین آجھانی

(توحید و رسالت) کو عقل سے سمجھ کر جب قبول کر لیا گیا، اللہ کو اپنا معبود اور رب اور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر برحق تسلیم کر لیا تو اب انکے ارشادات و احکام کے معاملے میں عقل“ کے گھوڑے سے کام نہ لیجئے۔ بلکہ صاحبِ وحی صلی اللہ علیہ وسلم کی بے غلط و بے خطر رہنمائی میں منزل مقصود کی طرف قدم اٹھائیے۔ اور انکی مکمل اطاعت کیجئے۔ یہی ایک صورت ہے جو آپکو ایمان کی بلند ترین چوٹی پر پہنچا سکتی ہے۔

ایمان کا قرآنی معیار

میں نے ان الفاظ میں شاعری نہیں کی ہے۔ بلکہ وہ حقیقت پیش کی ہے جسے قرآن مجید کی ایک آیت میں قسم کھا کر بیان فرمایا گیا ہے۔ اور جس کا باخحا وہ ترجمہ یہ ہے :-

”اے پیغمبر! آپ کے رب کی قسم، لوگ مومن نہیں ہو سکتے جب تک آپکو اپنے تمام معاملات اور معاملوں میں حکم نہ مانیں۔ پھر وہ آپکے فیصلوں کو قبول کر نہیں اپنے نفسوں میں معمولی تنگی بھی نہ پائیں۔ اور آپکے احکام کو پورے طور پر تسلیم کر لیں“ (سورۃ نساء: ۵۸)

قرآن مجید کی اس آیت میں (اس کے علاوہ دوسری آیات میں بھی) ایمان کیلئے نہ عقل کو معیار ٹھہرایا گیا ہے نہ اجتہاد کو بلکہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو۔ اسی اطاعت سے وحدت اسلامی قائم رہ سکتی ہے۔ آپ جس عقل پر ناز کر رہے ہیں اس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ وحدت اور سپہیں کو ہر قیمت پر قائم رکھنا چاہئے۔ اور یہ افسرِ علی کی اطاعت کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا۔ آپ فوج میں بھرتی ہونے کے بعد اپنے افسرِ علی کی اطاعت کے لئے مجبور ہیں۔ اور اگر آپ اس سے گریز کریں گے اور حکم کے مقابلہ میں عقلی گھوڑا دوڑائیں گے تو وہ افسرِ علی آپ اس عقلی گھوڑے کی دم سے باندھ کر

کے لئے وفود اور غسل کی پابندی کیوں لگائی جائے ؟
دیکھا آپ نے نص اور حکم کے مقابلہ میں عقلی
گھوڑے دوڑانے کا انجام ؟ کون کہہ سکتا ہے کہ یہ عقل
ہے ۔ یہ عقل نہیں ، عقل کی خرمستی اور خود کی دولت ہے ۔
اس قسم کے ”عقل مندوں“ سے کچھ بعید نہیں ہے کہ وہ کل
کمال کو یوں کہنے لگیں کہ چونکہ جانوروں میں یاں بن کی قیمت
نہیں ہے ۔ اس لئے انسانوں میں بھی اس قسم کی تمیز
نہ ہونی چاہئے ۔

اعمال و شمار

ایک دنیا پرست انسان جب نماز ، روزہ ، حج
زکوٰۃ اور قربانی کے مسائل پر نظر ڈالتا ہے ۔ تو اس کے
دل میں ہول اٹھتا ہے ۔ اور وہ سود خوار بنیوں کی
طرح حساب لگاتا ہے کہ ان کاموں پر اتنے روپے
اور اتنا وقت خرچ ہوگا ۔ یہ روپیہ اور وقت
کسی دنیاوی کام پر صرف کروں تو دولت بڑھے گی ۔
عیش و عشرت کی راہیں کشادہ ہوں گی ۔ اس کے بعد
وہ ان احکام کے انکار کے لئے چور و دہانے تلاش
کرتا ہے ۔ یہ چیز اقبال کے درجہ میں عرض نہیں کر
رہا ہوں ۔ بلکہ یہ واقعہ ہے کہ منکرینِ حدیث کو اسی
سود خوارانہ ذہنیت اور بنیائیں نے اسلامی احکام کے
انکار پر آمادہ کیا ۔ قربانی کے خلاف ”طلوع اسلام“ والے
چودھری جی قربانی کے اخراجات دیکھ کر گھبرا اٹھتے ہیں ۔
اور کہتے ہیں کہ :-

”اگر سچا س ہزار نے بھی قربانی دی ہو ۔
اور ایک جانور کی قیمت تیس روپیہ بھی
سمجھ لی جائے تو پندرہ لاکھ روپے ایک
دن میں صرف ایک شہر سے ضائع ہو گیا“
(قرآنی فیصلے ص ۵۶)

(جو بچائے ایم ، اے ، ادھائی سکول امرتسر میں معمولی پرشین
ٹیچر تھے) نے عقل و اجتہاد کی جو مٹی پلید کی ہے ، اس
وقت اس کی دلچسپ مثال پیش کرتا ہوں :-
عقل کی دولتیاں !

نماز کے لئے طہارت و پاکیزگی اہم ترین شرط ہے ۔
اور یہ قرآن و حدیث اور اجماع امت سے صاف صاف اور
بے خباہت ثابت ہے ۔ لیکن ٹیچر موصوف نے اس معاملہ میں
منصوص حکم کے مقابلہ میں ”عقل“ سے کام لیتے ہوئے
جو شاہکار پیش کیا ، وہ انہیں کے الفاظ میں درج ذیل ہے :-

(۱) صفائی داخل نماز نہیں ہے ۔ یہ ایک

الگ ضروری چیز ہے ۔ جو شخص اس میں

خفقت کرتا ہے اس کے لئے یہ ضروری نہیں

کہ اس پر عامل ہونے کے سبب تنہائی

کی نماز کو بھی چھوڑ دے ؟

(بیان للناس ص ۲۶۹)

(۲) حیض و نفاس والی عورت کو تنہائی کی نماز

سے بھی روکنا قابل افسوس امر ہے ؟

(بیان ص ۲۶۹)

اس دعویٰ پر ٹیچر موصوف نے جو عقلی دلیل دی

ہے وہ بھی ملاحظہ فرما کہ ان کی عقل کی داد دیجئے :-

”ظاہری گندگیاں ہماری نسبت سے

گندہ اور مضر ہیں ۔ خدا تعالیٰ کو تو کوئی

ضرر نہیں پہنچتا جس گندگی کا کیر بھی اسے

پکارتا ہے اور مردار خورد گندہ اور چیل بھی

اسی کی تسبیحیں کرتے ہیں“ (بیان ص ۲۶۹)

مطلب یہ کہ جب گندہ اور نجاست کے کیر سے وضو

اور غسل کے بغیر بھی خدا کو یاد کرتے ہیں تو انسانوں پر نماز

اب ذرا چودھری جی کے ایک مرید کی بے چینی و دلسوزی دیکھتے، وہ لکھتے ہیں :-

”حضرت پرویز نے ہمیں یہ محارف سمجھائے کہ قرآن کی تعلیم ہرزمانہ، ہر ملک اور ہر ایک ماحول کے مطابق بنائی جاسکتی ہے مثلاً آج کل کے ماحول اور ضرورت کے مطابق تمہیں ضروری ہے کہ ہم بے آب و گیاہ میدان میں دیوانہ وار کنگریاں لاتے پھریں کیا فائدہ ایسی قربانی سے کہ ہزاروں جانور و نگو ضائع کر کے ملک کی اقتصادی اور معاشی زندگی کو برباد کیا جائے۔ پھر آج کل کی رواج پائی ہوئی غماز کس کام کی..... کیا یہ غماز کے پانچ وقت کسی اور مفید کام میں نہیں صرف کئے جاسکتے؟ غرضیکہ حضرت پرویز نے ہماری آنکھیں کھول دیں۔“ دہشتہ وارچٹان لاہور مورخہ ۲۶ جون ۵۷ھ منقول از روزنامہ تسلیم مورخہ ۲۶ مئی ۵۷ھ

افسوس ہے کہ یہ لوگ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور قربانی کے اعداد و شمار تو پیش کر کے مسلمانوں کو ان احکام سے نفرت دلالت دیتے ہیں۔ لیکن انکی ہنگامہ اپنے اور اپنے ہم شراب لوگوں کے مسرفانہ اور عیاشانہ منہاج پر نہیں اٹھتی۔ سیناؤں، کلبوں، ناچ گھروں، شراب خانوں، ہوٹلوں، دعوتوں، ٹی پارٹیوں کے علاوہ میک اپ اور پشک اور پوڈوں اور دھڑکنے ہوئے فیشنوں پر جو کروڑ ہاپے ضائع ہوتے اور قیمتی اوقات برباد ہوتے رہتے ہیں ان کے اعداد و شمار فراہم کرنے اور انہیں اجاگر کرنے میں انکی تاباں ہوتا ہے پڑے رہتے ہیں۔ اور انکے قلم ٹوٹ جاتے ہیں۔ لیکن اگر وہ دیکھتے ہیں کہ مسلمان امور خیر میں روپیہ و وقت خرچ کرتے ہیں تو وہ اسکو برداشت نہیں

کر سکتے۔ اور ان کی زبانیں دراڑ ہو جاتی ہیں۔ اور قلم بھی حرکت میں آجاتے ہیں۔ یہ لوگ بدی کو تو بے ڈکار ہضم کر سکتے ہیں۔ لیکن نیکی کو دیکھ کر ان کے پیٹ میں اسلام اور مسلمانوں کی غمخواری و ہمدردی کے مروڑ اٹھنے لگتے ہیں۔

قربانی کا سیاسی، اقتصادی اور معاشی پہلو

قربانی کا یہ فائدہ کیا کم ہے کہ اللہ و رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حکم کی تعمیل ہو رہی ہے؟ اس کے سوا دنیا کا کوئی فائدہ اس میں نہ بھی ہوتا جب بھی یہ سودا نفع ہی کا ہوتا، نقصان کا احتمال بھی نہیں تھا۔ لیکن حقیقت یہ ہے اس سودے میں آخرت کا نفع تو ہے ہی۔ دنیا کے بہت سے فائدے بھی ہیں۔ وہ فائدے سیاسی بھی ہیں اور معاشی بھی، صنعتی بھی اور اقتصادی بھی۔ قربانی بند کر ان فائدوں سے ملک دولت کو محروم کرنا عقل کا نہیں بے عقلی کا نتیجہ ہے۔

قربانی کے چمڑے اور گوشت سے مجاہدین و مجاہرین اور دوسرے مستحقین کی امداد کیجا سکتی ہے۔ ہزاروں لوگ جانوروں کے ریوڑ پالتے ہیں، ہزاروں مزدوروں کی روزی کا سامان ہوتا ہے۔ صنعت و باغیت اور چمڑے اور اون کے کاروبار کو فروغ ہوتا ہے۔ کارخانے مصروف کار رہتے ہیں۔ قربانی کا گوشت بطور تحفہ نہ صرف مسلمانوں میں تقسیم کر کے باہمی محبت و مودت کے جذبات کو بڑھایا جاسکتا ہے، بلکہ پاکستان کی اقلیت (غیر مسلموں) اور پسماندہ اقوام کو بھی یہ تحفہ دیکرائی دجھوٹی کیجا سکتی اور انکے ساتھ جائز مراسم بڑھاکر ان کا اعتماد حاصل کیا جاسکتا ہے۔ یہ چیز سیاسی نقطہ نظر سے جس قدر اہم ہے کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ منکرین قربانی کو ایمان اور عقل سلیم عطا فرما اور انکو توفیق دے کہ اپنے غلط اقدام کے مفاسد کو سمجھ کر اس سے توبہ کریں۔ واخر دعوانا ان الحمد للہ سرب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سراسولہ سیدنا م

کتاب بہترین رفیق ہے

پیغام حق : ہر حق پر مولانا ظہور احمد صاحب گوی رحیم کی آخری مکتبہ الآراء، تقریر، مذہبی شعیر پر سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے۔ قیمت
مصنف مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی، قل تعالوا من دع ابنا ما و ابنا ما کہ
تفسیر آیت مباہلہ : ہر کی صحیح تفسیر اور شیعوں کے برے مخالف کا ازالہ۔ قیمت چار آنے ۱/۴۰۔

تفسیر آیت امامت : مصنف مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی، قرآن مجید کی ان تمام آیات کی تفسیر
جس میں لفظ امام آیا ہے۔ اور مسئلہ امامت پر سیر حاصل تبصرہ۔ قیمت چار آنے ۱/۴۰۔
کشف التلبیس حصہ دوم و سوم : جس میں فضائل صحابہ و دیگر مسائل پر مکمل بحث کی گئی ہے۔
قیمت ۲/۱۰۔

تفسیر آیت میراث ارض : آیت ولقد کتبنا فی الزبور سے خلفاء راشدین کی خلافت کا ثبوت قیمت
کتاب کیا ہے، گرامر یا دینی اور سیاسی معلومات کا بے بہا ذخیرہ ہے۔
علمائے ہند کی شاندار ماضی : سرور قی رنگین، محمد قیمت ۶/۸۰۔

تفسیر آیت اولی الامر منکم : مصنف مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی، آیت اطيعوا اللہ الخ کی
تفسیر اور شیعوں کے مخالف کا جواب۔ قیمت چار آنے ۱/۴۰۔
غلام احمد نمبر : ہر اسکے پڑھنے سے کوئی معقولیت پسند انسان مرزا صاحب کے دعوی نبوت کا قائل نہیں ہو سکتا۔ قیمت ۱۰۔

خطبات مولانا آزاد : مولانا آزاد کے خطبات جمعہ و عیدین۔ قیمت ۱۰/۱۰۔
جس میں شیعوں کے کتب سے ثابت کیا گیا ہے کہ کوئی شخص محبت علیؑ اور پیروکار اہل بیت نہیں
ہو سکتا، جب تک نہ سب اہلسنت اختیار نہ کرے۔ قیمت ۸۔ ۲/۸۰۔

افکار آزاد : ہر مرتبہ مولانا محمد عثمان صاحب فارغیٹ ایڈیٹر "زمزم" قیمت ۲/۲۰۔
تفسیر آیت معیت : مصنف مولانا عبد الشکور صاحب لکھنوی، آیت محمد رسول اللہ والذین
معہ الخ کی تفسیر۔ حضرات خلفائے ثلاثہ رضوان اللہ علیہم کا خلیفہ برحق ہونا
ثابت کیا گیا ہے۔ قیمت چار آنے ۱/۴۰۔

ملنے کا پتہ

مکتبہ حزب انصار و منبر رسالہ شمس السلام ڈاک خانہ شمس السلام بھیرہ (پاکستان)